دعوتِ نبوی پر قریشی اکابر کا ردعمل

سماجی تجزیاتی مطالعہ

ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی

Abstract

When the holy Prophet Muhammad (Peace be upon him), presented his Da'wah of Islam in Makkah, the Qurasysi leaders of Makkah, reacted with socio-economic and political approach, to stop the dissemination of Islamic philosophy. What were the sociological effects on the society of that era by of this approach, is a subject of study for the researchers of Seerah. This paper attempts to understand the repurcussions of this Qurayshi behaivour in the historical perspective, and analysis this period in the light of the interpretations of the classical Seerah writers, on the Da'wah of Islam, given by Prophet Muhammad (Peace be upon him).

مشہورِ عام مصادر سیرت کا بہت مقبول بیان ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے بعثت کے بعد دعوت کا کام شروع کیا تو وہ خاموشی کے ساتھ ہوا۔ مردوں میں نوجوانوں نے اور لوگوں میں کم زوروں نے اسے قبول کیا، یہاں تک کہ آپ ﷺ پر ایمان لانے والوں کی تعداد کافی ہوگئی (حتیٰ کثر من آمن به)۔ کفار قریش کے سردار (بہ وجوہ) آپ کی دعوت پر کوئی نکیر نہ کرتے تھے۔ جب آپ ﷺ ان کی مجالس

کے پاس سے گزرتے تو آپ کی طرف اشارے کرتے اور کہتے ''بنو عبدالمطلب کا جوان (غلام) آسمان کی باتیں کرتا ہے۔ ان کا یہی حال رہا یہاں تک کہ آپ نے ان کے خداؤں پر نکتہ چینی کی اور ان کے آباواجداد کو کفر وگم راہی پر مرنے کے سبب جہنم میں بتایا تو انہوں نے اسے ناپسند کیا، آپ سے نفرت وعداوت کی اور ایذا دینا شروع کی''۔ امام زہریؒ کی اس روایت کو واقدیؒ نے اپنی سند سے بیان کیا ہے۔ اس کو امام واقدیؒ کے شاگرد وکاتب امام ابن سعدؒ نے اور امام بلاذریؒ نے کچھ اختلاف کے ساتھ بیان کیا ہے۔ امام سیرت ابن اسحاقؒ کی بلاسند روایت ابن ہشامؒ بھی اسی طرح ہے۔ ان تمام مآخذ اور ان کے قدیم راویوں اور مؤلفوں نے شیوخ قریش اور سادات مکہ کی عداوت ومخالفت کا زمانہ رسالت کے تین سالہ دورِ خفیہ تبلیغ کے بعد علانیہ دعوت وارشاد کا اولین عہد متعین کیا ہے۔ تاریخی توقیت کے اعتبار سے وہ ۳ نبوی (۶۱۳ء) کا سال ہے۔ متعدد جدید سیرت نگاروں اور محققوں نے بھی اس بیان کو بعض تحفظات کے ساتھ قبول کرلیا ہے۔ (۱)

قدیم ترین مؤلفین سیرت نے مکی اکابر کی مخالفت اسلام، عنادِ رسول اکرم ﷺ اور عداوتِ دین کو تین طبقات میں تقسیم کیا ہے:

۱۔ مستہزئین، جو صرف زبانی کلامی تمسخر کرتے اور مذاق اڑاتے تھے، ان کا استہزا ذاتِ رسول ﷺ پر زیادہ ہوتا۔

۲۔ مخالفین اور معمولی ایذا دینے والے، جو مار پیٹ بھی کرتے اور طرح طرح سے جسمانی زدوکوب کرتے اور زبانی طنز وتعریض بھی کرتے۔

۳۔ موذیین، جو سخت ایذا دیتے اور جسمانی تکلیف وایذا میں کسی قسم کی کسر نہ اٹھا رکھتے، اگرچہ وہ بھی جان لینے سے احتراز کرتے تھے۔

جدید سیرت نگاروں نے بالعموم اس سہ گانہ تقسیم اکابر مکہ کو اپنے اپنے انداز سے قبول کیا ہے۔ مولانا مودودیؒ نے لکھا ہے کہ سارے قبیلۂ قریش کا رویہ اسلام اور محمد ﷺ کے معاملے میں یکساں نہ تھا، بل کہ لوگ مختلف طبقوں میں بٹے ہوئے تھے۔ ایک طبقہ شدید ترین مخالفین کا تھا جو زیادہ تر بڑے بڑے سرداروں پر مشتمل تھا...... دوسرا طبقہ ان بہت سے سرداران قریش کا تھا جو دشمن تو ضرور تھے مگر ایسے دشمن نہ تھے کہ مقدم الذکر گروہ کی طرح ہاتھ دھو کر نبی ﷺ اور مسلمانوں کے پیچھے پڑ گئے ہوں، البتہ اسلام کے خلاف جو کارروائیاں کی جاتی تھیں، ان میں وہ دشمنوں کا ساتھ دیتے تھے۔ مولانا موصوف نے ابن سعد کے حوالے سے ان دونوں طبقات کے بڑے ناموں کا ذکر بھی کیا ہے، اور آخر میں عام اہل مکہ میں کچھ کو

غیر جانب دار، کچھ کو اسلام کا قائل اور دل سے مومن اور ایک بڑی تعداد کو اپنے سرداروں کے بھڑکانے سے دین آبائی کی حمیت میں مبتلا ہو کر شرارتوں کا مرتکب بتایا ہے۔ ان کا یہ تجزیہ دوسروں کے ہاں بھی ملتا ہے۔ (۲) ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے معمر افراد اور اکابر قریش کی دشمنی کا سبب ان کے نوجوان عزیزوں کا قبول اسلام قرار دیا ہے کہ وہ اسے اپنی توہین سمجھتے تھے۔ (۳)

اردو سیرت نگاری کے امامِ اول شبلیؒ نے قریش کی مخالفت کے پانچ اسباب سے ایک تجزیاتی بحث کی ہے۔ وہ اسباب خمسہ تھے:

ا۔ آبائی رسم وعقائد کے خلاف دعوت اسلامی نے ان کو سخت برہم کر دیا اور مخالفت نے انتقام پر اکسایا۔

۲۔ قریش کی عظمت و عالم گیر اثر کے خاتمے کے خدشے نے ان کو مخالفت پر آمادہ کیا اور جن کو زیادہ نقصان کا اندیشہ تھا، وہ اتنے ہی سرگرم تھے۔ ان میں بعض اہم سرداران قریش کا ذکر کیا ہے۔

۳۔ قریش کو اسلام و عیسائیت کی بہت سی مشترک باتوں سے خیال ہوا کہ آپ ﷺ عیسائیت قائم کرنا چاہتے ہیں۔

۴۔ ایک بڑا سبب قبائل کی خاندانی رقابت تھی اور بنو ہاشم کی مخالفت بنو امیہ کرتے تھے۔

۵۔ قریشی بداخلاقیوں پر خاص کر ان کے شیوخ و اکابر کی کرتوتوں پر قرآن مجید اور نبوی نکتہ چینی نے ان کو سخت مخالف بنا دیا۔ انہوں نے قریش کے تحمل کے اسباب سے بھی بحث کر کے آخر میں یہ نتیجہ نکالا ہے کہ رؤسائے قریش میں متعدد ایسے تھے جو شریف النفس تھے، وہ بدنفسی کی وجہ سے نہیں، بل کہ اپنے خیال میں نیک نیتی کی بنا پر مخالفت کرتے تھے۔ اس بنا پر وہ چاہتے تھے کہ معاملہ صلح و آشتی سے طے ہو جائے۔ (۴)

اس مختصر مقالے میں قریشی اکابر کے اسلامی دعوت پر ردعمل کا ایک تاریخی اور سماجی تجزیہ کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ بہ ظاہر اکابر قریش اور ان کے زیر اثر عوام کا سماجی اور دینی رویہ اس طبقاتی تقسیم کی تائید کرتا ہے مگر وہ درحقیقت ایسا نہیں ہے۔ انسانی سماجی اور دینی رویے مختلف جبلتوں، فطرتوں کے علاوہ خارجی اسباب و عناصر سے بھی طے ہوتے ہیں اور وہ ان کو پیچیدہ بنا دیتے ہیں۔

مخالفت کا آغاز

نبوی دعوت اور اس کی فوری کامیابی نے قریشی اکابر کے ردعمل کی بنیاد ڈالی تھی، جو قطعی فطری بھی تھی۔ قریش کے عوام وخواص کو بالعموم اور ان کے شیوخ و اکابر کو خاص کر رسول اکرم ﷺ کے اعلان

رسالت پر سب سے پہلے تحیر وتحقیر کا سخت ردعمل ہوا تھا۔ وہ رسالت ودعوت کے کارِ عظیم کے لئے دونوں شہروں کے کسی مردِ عظیم کو حق دار سمجھتے تھے۔ قرآن وحدیث نے ان کی طرف اشارے کنائے اور تلمیحات سے اشارہ کیا ہے اور کتب سیرت وتفسیر نے ان کی تفصیل پیش کی ہے۔ وہ رسول اکرم ﷺ کے اوصاف عالیہ کے معترف تھے اور بلند کردار وعظیم وپاک شخصیت کے قائل بھی، لیکن رسالت کے منصب کا اہل نہ سمجھتے تھے۔ ان کے ذہن وفکر میں سیاسی وسماجی اقتدار اور دینی ومعاشرتی سیادت منصب رسالت پر فائز ہونے کی شرطِ اولیں تھی۔ (۵) اس لئے وہ رسول اکرم ﷺ کو ''غلام بنو عبدالمطلب'' بتا کر سماجی شرف اور سیاسی سیادت سے محروم شخص بتاتے تھے، اور اسی بنا پر وہ تحقیر وتنقیص کا رویہ اپناتے تھے اور اپنے تحیر، حیرت، پریشانی اور فکرمندی کا اس کے ذریعے اظہار کرتے تھے۔ زبانی طنز وتعریض اور کلامی طعن وتشنیع کا سلسلہ ان کے اسی فکری وذہنی اور سماجی ودینی رویے کے سبب چلا تھا۔ (۶)

اس کا آغاز قرآن مجید کی تنزیل کے بعد سے ہوا تھا اور رسالت ودعوت کے کام نے مخالفت کو آگ دی تھی، نظم قرآن سے وہ اولین دور کا واقعہ ہے۔

کارِ دعوت کے مسلسل ارتقا کے ساتھ ساتھ اکابر قریش کے ردعمل میں زبانی طنز وتعریض کے ساتھ ساتھ جسمانی تعذیب کا سلسلہ خود بہ خود جڑ گیا۔ مختلف اسباب سے، جن میں خاص رواجی دین قریش سے اختلاف اہم ترین اور دینی سبب تھا، بعض اکابر قریش نے مار پیٹ اور جسمانی دھول دھپے کا سلسلہ بھی شروع کردیا اور اس کا آغاز خفیہ تبلیغ کے اولین زمانے سے ہوگیا تھا۔ ابتدائی مکی دور کی تمام مکی سورتوں اور ان کی خاص آیات کریمہ میں قریش کے غلط عقائد واعمال پر نقد قرآنی اصل سبب تھا اور نیا دین تو خارِ نظر تھا ہی، بلاذری وغیرہ کی روایات سے خفیہ دعوتِ اسلامی کی مختلف منزلوں کی تاریخی توقیت کی جاسکتی ہے اور قریشی ردعمل کی سلسلہ وار تاریخ مرتب کی جاسکتی ہے۔ عام اور مشہور مصادر سیرت کی روایات اور مستند احادیث سے بھی ان کی تصدیق ہوتی ہے۔

۱۔ اولین مکی مسلمانوں میں حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل عدویؓ نے اپنا تجربہ بیان کیا ہے کہ ایک سال تک ہم نے اسلام کو مخفی رکھا، ہم صرف بند گھروں میں یا خالی گھاٹیوں میں ہی نماز پڑھتے تھے اور وہ بھی اس حال میں کہ بعض لوگ نگرانی کرتے رہتے تھے۔ اولین زمانۂ خفیہ میں وادیوں یا دوسری کھلی جگہوں پر نماز پڑھنے کے اوقات میں صحابہ کرام کے علاوہ رسول اکرم ﷺ کی بھی اسی طرح بعض حضرات نگرانی کرتے تھے۔ جیسے بلاذری کے مطابق حضرات زید بن حارثہ اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما تمام دنوں کی نمازوں کے دوران کرتے تھے۔ (۷) قریشی نگرانی اصل ناکہ بندی کی کوشش تھی۔

۲۔ سابقین اولین کے ایک حوصلہ مند و جرأت آزما صحابی حضرت سعد بن ابی وقاصؓ مالک زہریؓ کا بیان ہے کہ میں سعید بن زید، خباب بن ارت تمیمی، عمار بن یاسر مذحجی اور عبداللہ بن مسعود ہذلی رضی اللہ عنہم کے ساتھ شعب ابی زید گیا، ہم وہاں وضو کر کے نماز اس خفیہ زمانے میں پڑھ رہے تھے کہ مشرکوں کا ایک گروہ وہاں پہنچا اور وہ یوں ہی نہیں پہنچا تھا، وہ ہماری گھات میں رہتے تھے اور ہمارے آثار قدم کا پتا لگاتے تھے۔ ان میں شامل تھے: ابوسفیان بن حرب اموی، اخنس بن شریق ثقفی اور ان کے علاوہ بعض دوسرے۔ انہوں نے نہ صرف ہم پر نکتہ چینی کی اور نہ صرف ہمارے فعل کو ناپسندیدہ بتایا، بل کہ ہمارے گریبان پکڑ لئے۔ میں نے اونٹ کی ایک ہڈی اٹھا کر ایک مشرک کے سر پر دے ماری جس سے اس کی کھال پھٹ گئی اور خون بہہ نکلا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مشرکین گھبرا گئے اور میرے اصحاب چھا گئے اور ہم نے ان کو گھاٹی سے نکال باہر کیا۔ (۸)

۳۔ ایک خاتونِ مسلم حضرت عزیزہ بنت ابی تجرأۃ کا بیان ہے کہ قریش نماز ضحیٰ پر کسی قسم کی نکیر نہ کرتے تھے کہ وہ خود اسے پڑھتے تھے، لیکن نماز عصر کے وقت صحابہ رسول ﷺ کے ساتھ گھاٹیوں میں بکھر جاتے اور ایک دو کر کے نماز پڑھا کرتے، اسی زمانہ خفیہ میں حضرت طلیب بن عمیر عبدی قرشی اور حضرت حاطب بن عمرو رضی اللہ عنہما اجیاد اصغر نامی گھاٹی میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ان پر ابن الاصداء اور ابن الغیطلہ (مقیس بن قیس سہمی) نے ہجوم کیا کیوں کہ وہ دونوں سخت دشمن تھے (فاحشین) مسلمانوں نے ان کو مار مار کر بھگایا۔ (۹) ان دونوں کو سخت مزاج و سنگ دل قرار دینے سے نتیجہ نکلتا ہے کہ کچھ ایسے بھی تھے، جو تندخو نہ تھے، اور یہ واقعہ ہے۔

۴۔ بہ طور تاریخی پس منظر ایک روایت میں بلاذری نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ قریش مکہ کے اکابر نے حضرت سعیدؓ کے عظیم حنیف پدر گرامی زید بن عمرو بن نفیل عدویؓ کو قریش کے مشرکانہ رسوم سے اختلاف کرنے اور حنفی طریقے پر عبادت کرنے پر مکہ مکرمہ سے نکال باہر کیا تھا اور ان کے سخت دشمن بن گئے تھے۔ ان پر زبانی طنز و تعریض کرنے کے علاوہ ان کو ایذا دیتے تھے۔ (۱۰)

۵۔ نبوی دعوت کے اولین تین سالہ مخفی دور کے محض یہ چند واقعات و روایات ہیں۔ تحقیق و جستجو سے اور بھی ایسے ملیں گے۔ ان سے واضح ہوتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی بعثت و نبوت اور اس کے بعد خاص رسالت و دعوت کوئی ایسا خفیہ معاملہ نہ تھا۔ وہ جدید زبان میں ایک کھلا ہوا راز تھا، جسے سب جانتے تھے اور اکابر قریش اس سے زیادہ سمجھتے تھے اور متلاشیان قوم اس کی تاک میں رہتے تھے اور اہل ایمان کے اعمال و اشغال کا پتا لگائے رہتے تھے او جب موقع مل جاتا، ہاتھ بھی دکھا جاتے تھے۔ (۱۱)

اعتدال وتحمل، موافقت وموانست اور صلح کل کا رویہ بھی اسی خفیہ دعوت کے زمانے میں تاریخ کے اوراق میں ثبت ہے۔ بعض اکابر قریش نے اپنے عزیزوں کو اسلام کے عقائد وارکان خاص کر نماز کی ادائیگی دیکھی تو سوال وجواب تو ضرور کئے مگر نکیر وتعریض نہ کی، بل کہ بعض موافق ومحب اکابر نے تو ان کی اجازت عزیزوں کو دے دی، اگرچہ خود ان سے اتفاق نہ کیا۔ مشہور روایت ہے کہ ابوطالب بن عبدالمطلب ہاشمی نے رسول اکرم ﷺ کے ساتھ اپنے خورد سال فرزند حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو پوچھا کہ وہ کون سا دین ہے؟ رسول اکرم ﷺ کے فرمان پر کہ وہ آپ کے اور ہمارے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین ہے، وہ چپ رہے اور خود اسے قبول کرنے سے معذرت کی مگر اپنے فرزند کو رسول اکرم ﷺ کی پیروی کی کھلی اجازت دے دی۔ (۱۲) یہ ابن اسحاق/ ابن ہشام کی روایت کا خلاصہ ہے اور اس میں جناب ابوطالب کے اتفاقاً آجانے کا ذکر ہے مگر بلاذری نے اس کا تعاقب نام دیا ہے۔ اسی روایتِ بلاذری میں حضرت علیؓ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسد کی مولاۃ کا پتہ لگانے اور خبر دینے کا ذکر ہے اور ابوطالب کی خاموش حمایت کا بھی۔

علانیہ دعوت اسلامی کی اولین مجلس بنی عبد مناف میں اسی طرح کے دو رویے دو اکابر کی طرف سے نظر آئے۔ ابولہب بن عبدالمطلب ہاشمی نے رسول اکرم ﷺ کے پیغام کی نہ صرف مخالفت کی، بل کہ آپ ﷺ کے ہاتھ باندھ دینے کی تجویز رکھی۔ ابوطالب ہاشمی نے پیغام حق کی حمایت تو نہ کی لیکن دوسرے اکابر بنی عبد مناف کے ساتھ دوسری مجلس میں اسے بہ تحمل سنا اور اس پر غور کرنے کا وعدہ کیا اور اس کے ساتھ ساتھ رسول اکرم ﷺ کی محافظت اور حمایت خاندانی کا پختہ اعلان بھی کر دیا۔ بالکل ایسے ہی دو متضاد سماجی اور دینی رویے کوہِ صفا کے مشہور خطبہ نبوی کے بعد منظر عام پر آئے۔ ایک مخالف تھا تو دوسرا حامی۔ عام روایت پرست سیرت نگار بل کہ ایک خاص ماخذ کے پیرو کار صرف مخالفانہ رویے کا ذکر کرتے ہیں اور دوسرے معتدل رویے کا حوالہ نہیں دیتے، جب کہ مآخذ سیرت ان دونوں سماجی رویوں کا واضح ذکر کرتے ہیں۔ بلاذری نے علانیہ دعوت اسلام قریبی عزیزوں کو دینے کے سلسلے میں زیادہ تفصیل دی ہے اور رسول اکرم ﷺ کی پھوپھیوں کے اہم اور معنی خیز مشورے کا ذکر کیا ہے کہ بنو عبدالمطلب/ بنو عبد مناف کو بلاؤ، مگر ان میں عبدالعزیٰ کو دعوت نہ دو کہ وہ قبول کرنے والا نہیں۔ بلا دعوت ابولہب بھی اس مجلس دعوت میں آیا اور اس نے جو تقریر کی وہ قومی خدشات پر مبنی تھی کہ تمہارا خاندان بطون قریش کی مخالفت کا سامنا نہ کر سکے گا، لہٰذا ایسا کام نہ کرو۔ اس بار آپ خاموش رہے، دوسری مجلس میں بہ ہر حال آپ نے اپنی بات کہی۔ ابوطالب نے اپنی کلی حمایت کا اعلان کیا، اگرچہ ترک دین کا انکار کیا اور ابولہب نے سخت مخالفت

کی۔ دوسرے اکابر خاندان کے خاموش رہنے کا بھی ذکر ملتا ہے یا دوسرے الفاظ میں کہا جاسکتا ہے کہ روایات میں ان کے ردعمل کی وضاحت نہیں کی گئی۔ (۱۳)

کوہ صفا سے علانیہ دعوت قریش کے باب میں دو قسم کی روایات ملتی ہیں۔ عام طور سے روایتی سیرت نگار صرف ایک کا ذکر کرتے ہیں۔ اول روایت یہ ہے کہ آپ ﷺ نے صفا پر چڑھ کر قریش کو پکارا اور باری باری بطون قریش کا نام لیا تو باقی واپس چلے گئے اور صرف بنو عبد مناف آخر میں رہ گئے۔ آپ ﷺ نے ان کو ایمان لانے کی دعوت دی اور اس پر ابولہب نے آپ ﷺ کی مخالفت کی۔ دوسری روایت یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ''معشر قریش'' کی صدا لگائی تو سب جمع ہو گئے اور آپ ﷺ نے مشہور خطبہ دیا، جس کا ذکر ملتا ہے۔ اس میں بنو عبد المطلب، بنو عبد مناف، بنو زہرہ کا ذکر صریح ہے اور پھر تمام قریش کے بطون اور خاندانوں (افخاذ) کا کلی حوالہ ہے۔ بلاذری نے ایسی تین روایات، اور تینوں حضرت ابن عباسؓ کی سند سے، بیان کی ہیں۔ ان تینوں میں خطبات نبوی کا فرق ملتا ہے۔ لیکن قریشی ردعمل میں صرف ابولہب ہاشمی کا ردعمل بیان کیا ہے۔ اور اس کے بیان و ردعمل پر سورہ ابی لہب کے نزول کا بھی ذکر ہے۔ امام بخاریؒ نے اس سورہ کریمہ کے شان نزول و تفسیر میں تین احادیث: ۴۹۷۱، ۴۹۷۲، ۴۹۷۳ تین ابواب میں نقل کی ہیں۔ وہ تینوں بھی حضرت ابن عباسؓ سے تین مختلف اسناد کے ساتھ مذکور ہیں، اگرچہ صحابی موصوف سے صرف حضرت سعید بن جبیر نے روایت کی ہے۔ ان میں سے اول الذکر دو احادیث کے متن میں یکساں ہونے کے باوجود فرق ہے۔ اول میں کوہ صفا کا واضح ذکر ہے اور دوم میں بطحا کے پہاڑ کا۔ رسول اکرم ﷺ کے عرب دستور انذار ''یاصباحاہ'' کے بعد لوگوں نے اور دوم کے مطابق قریش نے جمع ہو کر آپ کا خطاب سنا۔ خطاب نبوی میں صرف یہ اظہار ہے کہ اگر میں کہوں کہ اس پہاڑ کے عقب (سفح) سے ایک دشمن تم پر صبح یا شام حملہ کرنے والا ہے تو کیا تم میری تصدیق کرو گے؟ لوگوں نے کہا کہ ہاں، کیوں کہ ہم نے تمہارے بارے میں جھوٹ کا تجربہ نہیں کیا۔ تب آپ نے فرمایا کہ میں ایک عذاب شدید سے پہلے تمہارے لئے نذیر مبین بن کر آیا ہوں۔ ابولہب نے کہا کہ تمہارا ناس ہو، کیا تم نے ہمیں اسی لئے جمع کیا تھا؟ یہی شان نزول ہے۔ (۱۴)

سورہ شعرا کی تفسیر آیت مذکورہ بالا میں امام بخاریؒ نے دو احادیث: ۴۷۷۰، ۴۷۷۱ بالترتیب حضرت ابن عباسؓ و ابوہریرہؓ سے نقل کی ہیں، اس کو اصل متن کی حیثیت حاصل ہے اور اس میں اول میں کوہ صفا سے بنو فہر، بنو عدی، بطون قریش کو پکارنے اور ان کے جمع ہونے کا ذکر ہے۔ خاص کر ابولہب اور قریش کے اجتماع کا اور اس میں خطبے کا متن قریب قریب یکساں ہے، البتہ یہ اضافہ اہم ہے کہ جو شخص نہ آسکا،

اس نے اپنا نمائندہ بھیج دیا۔ دوسری حدیث میں بنوعبد مناف سے خاص خطاب ہے، جس میں کوہ صفا یا کسی مقام کا ذکر نہیں۔ آپ نے اس میں بنوعبدالمطلب کو پھر عباسؓ بن عبدالمطلب اور آخر میں اپنی پھوپھی صفیہؓ اور دختر حضرت فاطمہؓ کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ میں اللہ سے تمہیں بچا نہیں سکتا، البتہ تم مجھ سے مال مانگ سکتے ہو۔ (۱۵)

فتح الباری کے مباحث سے سب سے اہم حقیقت یہ سامنے آتی ہے کہ دعوت عام کا واقعہ صرف ایک بار یعنی کوہ صفا کا نہ تھا۔ ان تمام احادیث اور دوسری احادیث طبرانی وغیرہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے کئی بار خطاب عام وخاص کیا تھا۔ خطاب خاص بنوعبدالمطلب اور ان کے افراد اور اپنے عزیزوں سے کیا تھا اور وہ بھی مختلف اوقات میں، جیسا کہ حافظ موصوف کا خیال ہے۔ اسی طرح خطاب عام میں قریش کو دعوت اسلام دینے کا واقعہ بھی کئی بار پیش آیا تھا۔ ان میں کوہ صفا کا خطبہ صرف ایک مقام کا ہے۔ بہ ہر حال مخالفت ابولہب ہاشمی کے سوا دوسرے قریشی اکابر کے ردعمل کا ذکر ان روایات میں نہیں ہے۔ صرف ابولہب پر ردعمل کا ارتکاز ہے۔ (۱۶)

بیش تر اردو سیرت نگاروں نے اس کو ایک واقعہ اور صرف ابولہب کا ردعمل قرار دیا ہے۔ ان میں شبلی کاندھلوی وغیرہ جیسے اکابر شامل ہیں۔ صرف اصح السیر کے مولف مولانا دانا پوری نے ''دعوت کا دوسرا دور'' عنوان قائم کر کے اس آیت کریمہ کی تنزیل اور خطاب نبوی کا ذکر کر کے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ ابتداءً اس پر کفار زیادہ نہ بگڑے، لیکن جب یہ آیت نازل ہوئی:

اِنَّکُمْ اَنْتُمْ (کذا) وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ

اور حضور نے بت اور بت پرستی کی خرابیوں کو صاف صاف واضح کرنا شروع کیا تو کفار نے بڑے زور وشور سے عداوت شروع کر دی اور سارے کفار آپ کی دشمنی پر متفق الکلمہ ہو کر اٹھے اور بڑی شدت سے مخالفت کی۔ یہ سارا بیان بلاحوالہ ماخذ ہے۔ (۱۷) اس سے زیادہ قریشی اکابر اور ان کے خاص شیاطین کی عداوت نبوی کی صحیح توقیت نہیں کرتا۔ اس سے پہلے، بہت پہلے مخالفت شروع ہو چکی تھی۔

ابن اسحاق، ابن ہشام نے قریشی اکابر کے سخت ردعمل اور مخالفت کا ذکر خواجہ ابوطالب کی حمایت نبوی کے ضمن میں بیان کیا ہے۔ انہوں نے ابوطالب ہاشمی کے پاس متعدد اکابر قریش کے وفود کے آنے اور ان کے دعوت نبوی کے بارے میں بات چیت کرنے کا ذکر کیا ہے۔ ان میں خاص اکابر قریش تھے: اسود بن مطلب بن اسد، ابوجہل (عمرو بن ہشام) مخزومی، ولید بن مغیرہ مخزومی، نبیہ ومنبہ فرزندان حجاج بن عامر سہمی اور عاص بن وائل سہمی۔ مختلف وفود میں دوسرے اکابر قریش کے نام بات چیت کے دوران

آتے ہیں جیسے مطعم بن عدی۔ ان تمام وفود قریش کی ملاقات و بحث کا صرف ایک مرکزی نقطہ تھا کہ ابوطالب رسول اکرم ﷺ کی حمایت ونصرت سے ہاتھ اٹھالیں، یاان کوان کے دین آبا اور خداؤں پر نقد کرنے سے روکیں۔ آخرآخرانہوں نے یہ تجویز ابوطالب کے سامنے رکھی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے عوض جوان قریش عمارہ بن ولید بن مغیرہ مخزومی کو لے لیں اور رسول اکرم ﷺ کوان کے حوالے کردیں، تاکہ وہ آپ کو قتل کردیں۔ ابوطالب ہاشمی نے اس احمقانہ تجویز مصالحت کو مسترد کردیا اور اس پر ابوطالب کا شیخ بنونوفل مطعم بن عدی سے سخت جھگڑا بھی ہوا۔ (۱۸) ابن اسحاق نے اس روایت کو **فیما بلغنی** کے حوالے سے نقل کیا ہے اور وہ اس کے ضعف کی علامت ہے۔ اسی کے بعد قریش کی سخت عداوت شروع ہوتی ہے۔

موذی اکابر کی فہرستِ مآخذ

بلاذری وغیرہ نے دوسری طرف اکابر قریش کی، ان کی نوعیت مخالفت وعناد نبوی کی بنا پر درجہ بندی کی ہے۔ مورخ موصوف کے مطابق جولوگ رسول اکرم ﷺ کی عداوت میں پیش پیش تھے اور سختی کرتے تھے اور لوگوں کو اسلام سے بھٹکاتے تھے، ان میں تھے: ابوجہل بن ہشام، ابولہب، اسود بن عبد یغوث (خالہ/ ماموں زاد بھائی)، حارث بن قیس بن عدی سہمی جو ابن الغیطلہ مشہور تھا، ولید بن مغیرہ، امیہ وابی فرزندان خلف جمحی، ابوقیس بن فاکہ بن مغیرہ، عاص بن وائل سہمی، نضر بن حارث عبدری، منبہ ونبیہ فرزندان حجاج سہمی، زہیر بن ابی امیہ مخزومی، سائب بن ابی السائب صیفی مخزومی، اسود بن عبدالاسد مخزومی، عاص بن سعید بن العاص، عدل بن الحمراء خزاعی، ابوالبختری العاص بن ہاشم اسدی، عقبہ بن ابی معیط اموی، اسود بن مطلب اسدی، ابن الاصدی الہذلی، حکم بن ابی العاص بن امیہ اور یہ سب رسول اکرم ﷺ کے پڑوسی بھی تھے: **وَذلك ان هولاء كانوا جيرانه**، لیکن ان میں عداوت نبوی میں جو انتہا پر تھے، وہ ابوجہل، ابولہب اور عقبہ تھے۔ ان کے علاوہ ابوسفیان بن حرب اور عتبہ وشیبہ فرزندان ربیعہ نبی ﷺ سے عداوت تو رکھتے تھے لیکن وہ انتہا پسندوں کی طرح عمل نہیں کرتے تھے، وہ گویا کہ ''جاہل اہل قریش'' کی مانند تھے۔ ابن سعد میں بھی ان ہی مخالفین ومعاندین کا بیان قریب قریب اسی طرح ہے۔ ان کی روایات ان کے استاد کے علاوہ دوسروں سے بھی مروی ہیں۔ لیکن یہ پوری فہرست خاص امام واقدی کی ہے اور اس کی تمام تفصیلات اور دوسری عبارات بھی ان سے ابن سعد نے نقل کی ہیں۔

محمد بن حبیب بغدادی نے کتاب المحبر میں مخالفین ومعاندین کے چار طبقات بنائے ہیں: الموذون

من قریش، المستہزءون من قریش جو سب کے سب کافروں کی موت مرے، المقتسمون (تقسیم کرنے والے) اور زنادقۂ قریش (قریش کے زندیق لوگ و اکابر)۔ بلاذری نے ان تمام مخالفین و معاندین کی مخالفت و سوانح اور ان کی تفصیلات ہر ایک کے نام سے ''امر فلان'' کے عنوان کی تحت بیان کی ہیں۔ (۱۹) یہ دراصل ان تمام اکابر قریش کی عناد اسلام اور مخالفت نبوی کی سوانح عمری ہے، جس میں ان کے انجام تک کے واقعات شامل کر لیے گئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ وہ مکی دور سے مدنی دور تک کے عناد و مخالفت حق کی تاریخ ہے۔ لیکن اسی کے ساتھ ان میں بیش تر کی مروت کا ذکر بھی ملتا ہے۔ مکی دور میں رسول اکرم ﷺ اور اسلام اور مسلمانوں کی مخالفت و عداوت اکابر کا یہ بیانیہ ہجرت مدینہ تک وسیع ہے۔ اور ان کے زمانی مراحل اور تاریخی سلسلے دور تک پھیلے ہوئے ہیں۔ وہ صرف دو چار بار کا معاملہ نہیں تھا، بل کہ عداوت کی تیرہ سالہ تاریخ ہے۔ یہ دراصل عام معاند قریشی اکابر کی فہرستیں ہیں اور ان کی عداوت اسلام کی روایات بھی، لیکن وہ سب کے سب صرف مخالف و معاند ہی نہ تھے۔

تعذیب و عداوت کا اصل دور

قریشی اکابر کی روک ٹوک، ان کے متشددوں کی مار پیٹ اور ان کے دریدہ دہنوں کی دشنام طرازی کے اولین مراحل میں جب ان کے خاطر خواہ نتائج نہیں نکلے تو انہوں نے فیصلہ کیا کہ ہر بطن و خاندان قریش اپنے اپنے ''باغیوں'' کی سرکوبی کا معاملہ خود اپنے ہاتھ میں لے لے، کیوں کہ قریشی تحفظ کے نظام کے تحت کوئی غیر ہاتھ نہیں اٹھا سکتا تھا، ورنہ قصاص کا مسئلہ پیدا ہو جاتا۔ عرب جاہلی نظام تحفظ کا یہ ایک قابل فخر اور دور رس نتائج کا حامل قبائلی سماجی نظام تھا اور اس کی عظیم جہات تھیں۔ وہ صرف قومی، خاندانی یا قریشی فخر و عزت اور ناموس کا معاملہ نہیں تھا، بل کہ ان کے دور میں جان و مال کے تحفظ کا ضامن بھی تھا۔ (۲۰)

یہی دور کرب و بلا ہے جب ہر خاندان قریش کے دشمن اکابر اور متشدد شیوخ نے اپنوں کی زندگی اجیرن کر دی۔ بہ قول ابن اسحاق ہر خاندان قریش اپنے مسلمانوں پر ٹوٹ پڑا اور ان کو طرح طرح سے ستایا، مارا پیٹا اور تنگ کیا گیا۔ دس برسوں (۶۱۳ء۔۶۲۲ء) سے اوپر محیط اس عرصے میں نوجوان مسلمانوں کے ساتھ اکابر صحابہ تک مظالم کا شکار بنے۔ رسول اکرم ﷺ اپنے مربی چچا ابو طالب ہاشمی کی حمایت و تحفظ کے باوجود موذی اکابر قریش کے سخت مظالم سے نہ بچ سکے۔ اسی عرصۂ آزمائش میں دشمن جان و ایمان عقبہ بن ابی معیط اموی کبھی آپ کی گردن مبارک میں چادر کا پھندا ڈال کر گلا گھونٹنے کی کوشش کرتا، اور کبھی مسجد حرام میں نماز کے دوران بہ حالت سجدہ آپ کی پشت مبارک پر اونٹ کی اوجھڑی رکھ کر کمر

توڑنے کی سعی کرتا رہا۔ اس غیر اخلاقی اور غیر انسانی سلوک کے باعث وہ اکابر قریش تھے، جو مسجد حرام میں خاص مقام حجر میں اپنی مسانید پر فروکش رہے تھے۔ ان کا تعارف وتذکرہ اتنا اہم نہیں جتنا یہ واقعہ کہ صلح پسند اور معتدل اکابر قریش ان ظالموں کے ہاتھ نہیں باندھ سکتے تھے اور مسوس کر رہ جاتے۔

سب سے اہم اور معنی خیز ابوطالب ہاشمی کی حمایت نبوی کی کم زوری تھی کہ وہ ان ظالموں کے مسلسل مظالم سے بچانے میں ناکام رہے، مآخذ میں ابن اسحاق و بخاری وغیرہ کا ایک عمومی اور سکہ بند جملہ یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ کو ابوطالب کی حفاظت حاصل تھی، لیکن کس قدر؟ حضرت عبداللہ بن مسعود ہذلیؓ کے بہ قول عام کم زور مسلمین (مستضعفین) ٹک ٹک دیکھتے تھے اور کچھ بھی نہ کر سکتے تھے۔

رسول اکرم ﷺ کی حمایت و مدافعت میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کا کارنامہ قابل قدر ہے کہ متعدد مواقع پر آپ کی حفاظت کی تھی اور ان سے زیادہ، بل کہ عظیم ترین دفاعی وحفاظتی کارنامہ حضرت فاطمہؓ کا تھا کہ نوجوان اور وہ بھی عورت ذات ہونے کے باوجود حفاظت نبوی کی تھی۔ (۲۱)

خاندانی اکابر قریش کے اپنوں پر مظالم اور خاص کر کم زور مسلمانوں پر ظلم وستم کرنے والے دوسرے واقعات ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے عمومی تعذیب مسلمین کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ لوہے کی زنجیریں پہناتے، دھوپ میں کھڑا رکھتے تھے۔ یہ صرف ایک روایت ہے۔ ان میں نئے نئے ظالموں کے ظلم وتعذیب کا ذکر نام بہ نام ملتا ہے۔ ان کے اسما اور کرتوتوں کا ایک مختصر ذکر درج ذیل ہے:

ابوجہل مخزومی، ابولہب ہاشمی، عقبہ بن ابی معیط اموی کے علاوہ دوسرے ایذا دینے والوں کا ذکر بلاذری نے خاص فصل میں کیا ہے۔

عام اکابر قریش کے علاوہ امیہ بن خلف جمحی حضرت جناب بن ارت تمیمی کو دھوپ میں کھڑا رکھتا اور مارتا پیٹتا تھا، ان کو ان کی کھٹالی کے انگاروں پر لٹا دیتا اور وہ ان کی پشت کی چربی سے کوئلہ بن جاتے، وہ اس کے بعد بھی مظالم کا سلسلہ جاری رکھتا۔ عاص بن وائل سہمی نے حضرت خباب بن ارت تمیمی کا مال (دین) دبا لیا تھا اور کبھی نہیں ادا کیا۔ دوسروں نے ہجرت کے وقت سارا مال ضبط کر لیا۔ حضرتِ خبابؓ پر مظالم قریش کی روایاتِ بخاری و بلاذری وغیرہ یک ساں الفاظ ومطالب پر مبنی ہیں۔ ان کا تقابلی مطالعہ کرنا چاہئے۔

حضرت عثمان بن عفانؓ کو ان کے چچا حکم بن ابی العاص اموی رسی سے باندھ دیتے اور دھوئیں کی دھونی دیتے تھے۔

حضرت سعید بن زید بن عمروؓ کو ان کے برادر نسبتی حضرت عمر بن خطابؓ اپنے جاہلی ایام میں رسی سے باندھ دیا کرتے تھے۔ بخاری کی حدیث: ۳۸۶۲ وغیرہ میں ان کے حضرت عمر بن فہیرہؓ کے ساتھ باندھنے

اور اذیت دینے کا ذکر ہے۔ وہ کئی لحاظ سے اہم ہے، کیوں کہ حضرت سعید بن زیدؓ کافی معمر اور بااثر شخص تھے اور ان کے خاندان کے بھی تھے، جب کہ حضرت عمر بن فہیرہ تمیمی حلیف تھے۔ مکہ مکرمہ کی صحابیات حضرت زنیرہ اور حضرت لبیبہؓ کو بے تحاشا مارنے پیٹنے کا واقعہ جاہلی سوانح عمری کا ایک باب ہے۔

ابواحیحہ سعید بن العاص اموی اپنے دو قدیم الاسلام فرزند حضرات خالد وعمروؓ کو خانہ قید کر دیتے اور ان کا کھانا پانی بند کر دیتے۔ وہ حضرت عثمان بن عفان اموی اور بعض دوسرے اموی عزیزوں کے بھی در پے آزار رہے تھے۔

حضرت مصعب بن عمیر عبدریؓ کی کافر ماں ہی ان پر ظلم وستم ڈھاتی اور کھانے پینے سے محروم کر کے خوش ہوتی۔

سردار مکہ اور خطیب قریش سہیل بن عمرو عامری نے مکی دور میں اپنے فرزند حضرت ابوجندل اور ان کے بھائیوں کو لمبی مدت تک خانہ قید رکھا۔ ان کو لوہے کی بیڑیاں پہنائیں اور ان پر ظلم وجبر کی ایک عامری تاریخ رقم کی۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ جیسے بااثر ومحبوب منصب دارِ قریش کو ان کے خاندان بنوتمیم کے علاوہ دوسرے اکابر قریش اذیت دیتے۔ ابن العدویہ کے نام سے مشہور ایک شیطان قریش نوفل بن خویلد اسدی حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ حضرت طلحہ بن عبیداللہ کو ایک رسی میں باندھ دیتا۔ (۲۲)

مکی مسلمانوں کی تعذیب کے باب میں قریشی اکابر بڑے فراخ دل واقع ہوئے تھے اور جو ہاتھ آجاتا، اس کو سخت سے سخت تکالیف پہنچاتے۔ ان میں مشہور عام اکابر قریش تو شامل تھے ہی، دوسرے درجے کے شیوخ اور سادات مظالم کرنے میں ماہر تھے۔ ان میں شامل تھے: عمر بن خطاب عدوی (اسلام سے قبل)، نوفل بن خویلد اسدی (ابن العدویہ اسدی)، صفوان بن امیہ جمحی، سہیل بن عمرو عامری وغیرہ۔

اوباشوں کا استعمال

قریشی اکابر تعذیب وتادیب کے لئے نت نئے طریقے اور نفسیاتی حملے تلاش کر کے مخالفت کا اظہار کرتے، لڑکوں بالوں اور قومی شریروں کو مسلمانوں کی تعذیب کے گر سکھاتے اور ایک طرح عوامی ایذا رسانی کے طریقے اختیار کرتے۔ مآخذ کا بیان ہے کہ وہ کم زور مسلمانوں اور غلام وموالی کو رسی یا لوہے کی بیڑیوں سے باندھ دیتے اور نکیل ان شریر لڑکوں کو تھما دیتے۔ حضرات بلال وعامر بن فہیرہؓ کے اذیت ناموں میں بلاذری وغیرہ نے لڑکوں (صبیان) کے رسی سے کھینچنے کا ذکر کیا ہے۔ ان کے علاوہ دوسرے

صحابہ کرام اور صحابیات طاہرات کو سزا دینے کے لئے اکابر قریش نے لڑکوں بالوں کا استعمال کیا تھا۔ سماجی تعذیب اور نفسیاتی تکلیف کا قریشی رویہ بتاتا ہے کہ صرف مشہور اکابر ہی ظلم وستم کے خوگر نہ تھے، بل کہ انہوں نے عوام وخواص سب کو اپنا آلہ کار بنایا تھا اور ان کے ذریعے وہ مکہ مکرمہ میں دہشت گری اور تشدد کی عوامی تحریک برپا کی تھی۔ یہ صرف قریشی اکابر کا سماجی رویہ نہ تھا۔ دوسرے دیار وامصار میں بھی اس پر عمل ہوتا تھا جیسا سفر طائف کے دوران نظر آیا تھا۔ (۲۳) سفیہان قوم کا یہ دل چسپ مشغلہ تھا اور ان کو گم راہ کرنے والے اکابر قوم ہوتے تھے، جیسا کہ ابن اسحاق، بخاری وغیرہ میں ان کا حوالہ ہے۔

صرف اکابر قریش ہی نہیں، پورے پورے خاندان اور ان کے عوام وخواص اجتماعی مظالم ڈھانے میں طاق تھے، کیوں کہ ان کی فطرت تعذیب اسی سے تسکین پاتی تھی۔ مآخذ نے ان میں سے متعدد بطون کی تعذیب مسلم کی روایات دی ہیں۔ جیسے ابوفکیہہؓ کو ان کا آقا صفوان بن امیہ جمحی اتنا نہ ستاتا تھا، جتنا کہ امیہ بن خلف جمحی اور ان سے زیادہ بنو عبدالدار عذاب دیتے تھے۔ بنو عبدالدار نے حضرت نہدیہؓ کو سخت عذاب دیا تھا۔ ان میں سے کچھ کم زور خواتین کی بینائی چلی گئی تھی اور بعض کے حواس گم ہو گئے تھے۔ عام موذیوں کو مآخذ میں سفہائے قریش (بے وقوف اکابر) اور جہلائے قریش (بے بصیرت لوگ) قرار دیا گیا ہے کہ صرف اکابر قوم کی پالیسی میں حد اعتدال سے نہیں نکل جاتے تھے بل کہ تعذیب مسلمین میں بڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ وہ بھیڑ چال اور ایذا دہی کی عوامی فطرت تھی۔ (۲۴)

مظالم روکنے والے اکابر قریش

ابن اسحاق، ابن سعد اور بلاذری کے عام اخبار کے علاوہ ایسی روایات بھی ہیں جو خاص اکابر کے مظالم کرنے والوں کا ذکر کرتی ہیں۔ ان میں سے متعدد بڑے اکابر قریش بھی شامل تھے جیسا کہ بلاذری نے عتبہ، شیبہ اور ابوسفیان کے بارے میں بیان کیا ہے، اموی خاندان کے ان اکابر کے متعلق مکی دور میں ایک روایت بھی نہیں ملتی، جو ان کو قریش کے موذیوں میں شامل کرنے کا جواز پیدا کرے۔ متعدد اکابر قریش کے بارے میں یہ صراحت ملتی ہے کہ وہ دین اسلام قبول کرنے کے مخالف تھے لیکن مظالم کرنے کے حق میں بھی نہیں تھے، بل کہ ان میں بیش تر نے تو ظلم وستم سے مسلمانوں کو بچانے کا کام بھی کیا تھا۔ عتبہ، شیبہ، ابوسفیان وغیرہ اس گروہ میں شامل تھے۔ ان کے بارے میں روایات کی یہ تصریح بھی ملتی ہے کہ وہ اپنی قوم قریش سے بے کراں محبت کرتے تھے، اور اس وجہ سے تعذیب کے مخالف تھے۔ حضرت ابوسفیان اموی مکی دور میں نہ صرف ظلم وستم کے قریب نہیں گئے تھے، بل کہ اپنے مشہور حلم وکرم اور محبت قریش کے

پیکر عظیم تھے۔ تمام تر دینی اختلافات کے باوجود وہ رسول اکرم ﷺ کی تجارت کے شریک رہے اور عام مسلمانوں سے بھی ان کا سلوک اچھا رہا۔ (۲۵)

ان میں سے ایک بڑے سردار ابوقیس بن الاسلت واقفی اوسی اگرچہ مدنی تھے لیکن مکے میں قیام پذیر تھے۔ وہ قریش کے داماد (صہر) تھے کہ ان کے حرم میں ارنب بن اسد بن عبدالعزیٰ تھیں اور وہ قریش سے بہت محبت کرتے تھے۔ قریش کو جنگ و جدال سے روکتے تھے اور مسلمانوں کو محض دین کے اختلاف کی وجہ سے ستانے سے بھی روکا کرتے تھے۔

حضرت حکیم بن امیہ سلمیؓ بنو امیہ کے حلیف تھے۔ وہ اپنی قوم کو عداوت نبوی اور عناد اسلام سے روکا کرتے تھے اور ان کا اثر بھی تھا۔ کہنے کو وہ حلیف اور غیر قریشی تھے لیکن قریش میں وہ ''شریف مطاع'' سمجھے جاتے تھے۔ وہ شاعر بھی تھے اور محترم اکابر میں شامل بھی۔

عتبہ بن ربیعہ کی مشہور ملاقات و مکالمے کے ضمن میں آتا ہے کہ وہ جب زبان رسالت مآب سے قرآن مجید سن کر اپنے قومی اکابر کی مجلس میں واپس گئے تو سخت متاثر تھے اور اسی کے بعد قوم کو مشورہ دیا تھا کہ وہ رسول اکرم ﷺ کو اپنے حال پر چھوڑ دیں، کیوں کہ آپ کا معاملہ عظیم ہے، جو واقعہ بنے گا۔ اگر عرب نے ان کا خاتمہ کر دیا تو تمہارا مقصود تمہیں مل جائے گا اور اگر آپ عرب پر غالب آگئے تو آپ کا ملک، تمہارا ملک، ان کی عزت و جاہ تمہارا سرمایہ افتخار ہوگا اور ان کے سبب تم معزز و سعید ترین ہو جاؤ گے۔ (۲۶)

ابوالبختری عاص بن ہشام بھی ان مصلحین قوم میں شامل تھے جو ظلم و ستم کرنے کے خلاف تھے اور ظالموں کو روکتے تھے۔

معتدل و انصاف پسند اکابر قریش

مآخذ سیرت میں مندرج فہرستوں میں بہت سے اکابر قریش کو معاندین اور موذیوں میں شمار کیا گیا ہے۔ ان کی بنا پر جدید سیرت نگاروں نے ان سب کو بلا تامل دشمنان دین و رسول ﷺ میں شامل کر کے ان کے مظالم کا عام ذکر کیا ہے۔ تجزیہ و تحلیل سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ ان میں سے متعدد اکابر قریش اسلام کے خلاف تھے، لیکن ایذا دینے کے حق میں بھی نہ تھے۔ ایک منصفانہ تجزیے کے مطابق نئے دین یا اسلام کی مخالفت تو چند اشخاص کے سوا سب نے کی تھی حتیٰ کہ بعض اکابر صحابہ نے بھی۔ ان اکابر قریش میں معتدل اور انصاف پسند لوگ بھی تھے اور عام روایات سیرت میں ان کے مظالم کا ذکر بالکل نہیں کیا جاتا۔ ان میں شامل تھے: ابوسفیان بن حرب اموی، ابوالبختری عاص بن ہشام، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ،

عاص بن وائل، ولید بن مغیرہ مخزومی، نظر بن حارث عبدری۔

قدیم مولفین سیرت کی انصاف پسندی بھی ہے کہ اس عام فہرست اعدا میں سے متعدد کے بارے میں یہ بھی بعد میں صراحت کردیتے ہیں کہ وہ دین قبول کرنے والے نہ تھے یا اسلام کے خلاف تھے، لیکن وہ کسی طرح ایذا و تکلیف کے قائل نہ تھے۔ ان منصف مزاجوں یا معتدل اکابر کو وہ جاہل قریشی اکابر کہتے ہیں یا زیادہ سے زیادہ احمقانہ قوم۔ ان میں سے بعض صاحب علم اکابر جیسے نظر بن حارث عبدری نے اسلامی تعلیمات اور قرآنی آیات کی علمی، فکری، لسانی اور ادبی مخالفت ضرور کی تھی۔ متعدد دوسروں کو بھی اسلامی تعلیمات اور نبوی تنقیدات سے اختلاف تھا، بل کہ وہ ان پر اپنے اعتراضات بھی کرتے تھے۔ ان میں رسول اکرم ﷺ کے سب سے بڑے حامی اور کفیل ابو طالب ہاشمی بھی شامل تھے اور دوسرے ہاشمی ومطلبی غیر مسلم اکابر بھی۔ ایسے اکابر دوسرے بطون قریش میں بھی تھے۔ اور ان کی تعداد کافی زیادہ تھی۔ ان کی مخالفت یا موافقت کا ذکر روایات میں ملتا ہے۔ (۲۷)

ہجرت حبشہ کا باعث مظالم

رسول اکرم ﷺ کو قریشی اکابر اور ان گرگوں کے ہاتھوں مظالم سہتے دکھ ہوتا تھا۔ آپ اس کا مداوا کرنا چاہتے تھے۔ مآخذ کا یہ بیان جزوی طور پر صحیح ہے کہ آپ اپنے چچا ابو طالب ہاشمی کی حمایت ونصرت کے سبب مامون ومحفوظ تھے لیکن ایسا قطعی تحفظ نہ تھا۔ بہ ہر حال آپ ﷺ نے نوجوانان قریش اور مظلومان قوم کو حبشہ ہجرت کر جانے کی اجازت دے دی۔ مآخذ نے خاندان وار مہاجرین حبشہ کی ہجرت، مصیبت اور آزمائش کا ذکر کیا ہے۔ ان میں تمام خاندانوں کے بے کس صحابہ شامل تھے۔ حضرت جعفر بن ابی طالب ہاشمیؓ کی ہجرت حبشہ سب سے اہم ہے، اس معنی میں کہ ابو طالب اپنے مسلم فرزند کی حفاظت نہ کر سکے۔ اسی طرح دوسرے معتدل اور حامی اکابر قریش بھی اپنے عزیزوں، فرزندوں، دل بندوں اور عورتوں بچوں کی حفاظت سے قاصر رہے۔ مہاجرین حبشہ کی فہرست سے ان کے قلق واندوہ کا اندازہ ہوتا ہے اور ان کے جبر وظلم کے اساطین کے سامنے جھکنے کا بھی۔ ابن اسحاق وغیرہ نے رسول اکرم ﷺ کے سوا دوسرے اہل ایمان کے تحفظ ودفاع کے ضمن میں ابو طالب کی لاچاری کا اظہار بھی کیا ہے۔ اگرچہ دوسرے اکابر قریش کے مظالم کے خوگر قریشیوں کے سامنے گھٹنے ٹیک دینے کا ذکر روایات میں نہیں ہے لیکن وہ ظاہر ہے۔ دربار نجاشی میں حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کے عظیم الشان خطبے میں اکابر قریش کے مظالم کو باعث ہجرت بتایا گیا ہے۔

بلاشبہ اکابر قریش کی اکثریت کو ان کے شکاروں کے ہاتھ سے نکل جانے پر سخت اندوہ و قلق بھی تھا، کیوں کہ وہ اسے اپنی قومی توہین کے مترادف سمجھتے تھے۔ مہاجرین حبشہ نے ان کے سماجی اقتدار اور قومی غیرت کو للکارا تھا۔ اسی وجہ سے وہ ان کو واپس مکہ لانے کے جتن میں لگ گئے اور پے در پے دو وفود بھیجے کہ فراریوں کو واپس وطن لاسکیں۔ سفیرانِ قریش خاص کر ان کے سیاست دان و ''داہیہ'' حضرت عمرو بن العاص سہمی کی مقصد میں ناکامی نے ان کو برافروختہ کر دیا تھا۔ اس کے باوجود ان کے دلوں میں ایک پھانس بھی تھی کہ ان کے اپنے عزیز و اقارب اور جگر کے ٹکڑے پردیس میں غریب الوطن بن گئے۔ اس کا اظہار ان اشعار سے بھی ہوتا ہے جو اس واقعۂ ہائلہ کے باب میں اکابر قریش اور مسلم مہاجرین کے شعرا نے کہے تھے۔ حضرت عمر بن خطابؓ اپنے خاندانی حلیف حضرت عامر بن ربیعہ عنزی اور ان کی اہلیہ لیلیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ہجرت پر خاصے مضطرر ہے تھے۔ (۲۸)

صلہ رحمی کرنے والے اکابر

دینی اختلاف و سماجی تصادم کے باوجود متعدد اکابر قریش کو اپنے خاندانی یا قومی رشتے کا پاس ولحاظ بھی رہتا تھا۔ یہ عجیب و غریب فطرت عرب تھی کہ ان کے اکابر ظلم و تشدد کرنے کے باوجود دوسرے مواقع پر محبت و مدارات کا اظہار کرتے تھے۔ ان میں بعض شیطان صفت اکابر قریش بھی شامل تھے، جن کا دل صلہ رحمی اور قومی تعلق کے جذبات سے کبھی کبھی بھڑ کنے لگتا تھا۔ ابولہب ہاشمی کی عداوت و عناد ضرب المثل تھی مگر اسی کے ساتھ وہ اپنے دوسرے عزیزوں خاص کر اپنے ایک بھانجے کے بارے میں مہر آمیز بھی تھا۔ اس کا ذکر مہاجرین حبشہ کے جوارِ اکابر قریش کے ضمن میں آتا ہے۔ خاص نکتہ یہ تھا کہ وہ اپنے متشدد اکابر سے لڑ گیا تھا۔

امیہ بن خلف جمحی شدید ترین مخالف اسلام اور دشمن نبی ﷺ تھا اور اس کا بھائی ابی بن خلف بھی ایسا ہی تھا۔ ابی بن خلف نے کھانا پکوایا اور حلقۂ قریش کو دعوت دی۔ اس میں رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرام بھی شامل تھے۔ رسول اکرم ﷺ نے دعوت قبول کر لی اور اس کے گھر کھانا کھانے گئے۔ اس کے دوست وندیم عقبہ بن ابی معیط اموی نے دعوت نبوی پر سخت سرزنش کی تو ابی بن خلف نے جواب میں کہا کہ محمد ﷺ کو کھانا کھلانا چاہتا تھا اور میرا دل نہیں مانا کہ ان کو چھوڑ کر دوسروں کو دعوت دوں۔ امیہ بن خلف جمحی حضرت عبدالرحمٰن بن عوف زہریؓ کے دوست و شریک تھے۔ اختلاف دین کے باوجود دونوں ایک دوسرے کی مدارات کرتے تھے۔ مدینہ منورہ کے دونوں سرداران اوس وخزرج سعید بن معاذ اور سعد بن

عبادہ مکہ آمد پر اسی کے گھر ٹھہرتے تھے اور امیہ مدینہ جاتا تو وہ ان کے پاس ہی قیام کرتا تھا۔ دونوں نے ہجرت مدینہ سے قبل باہمی دوستی اور شراکت وتحفظ کا ایک معاہدہ بھی کیا تھا۔ (۲۹)

عظیم ترین اکابر قریش میں سے عتبہ بن ربیعہ اور ان کے برادر اکبر شیبہ سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والوں میں تھے۔ طائف کے سفر مشہور سے واپسی پر رسول اکرم ﷺ نے ان ہی کے باغ میں پناہ لی تھی اور دونوں نے آپ ﷺ کی تواضع کی تھی۔

عاص بن وائل سہمی، مطعم بن عدی نوفلی، ولید بن مغیرہ مخزومی اور حضرت حکیم بن حزام اسدی جیسے اکابر بھی تھے۔ بہت سے گم نام افراد وشخصیات اور اکابر تھے جو صحیفہ مقاطعہ کے نفاذ کے زمانے میں اپنے عزیزوں کی سامان ضرورت سے مدد کیا کرتے تھے۔

مہاجرین حبشہ کو واپس لانے والے وفد قریش کے ایک رکن عبداللہ بن ابی ربیعہ نے حضرت عمرو بن العاص سہمی کے ایک خطرناک حربۂ سفارت کو استعمال کرنے سے روکا تھا کہ ایسا نہ کریں، وہ بہ ہر حال ہمارے عزیز ہیں، اگرچہ انہوں نے ہماری مخالفت کی ہے۔ حضرت عمرو بن العاص سہمی نے پہلی پیشی کی ناکامی کے بعد کہا تھا کہ کل میں ایسی کاری گری کروں گا جو ان مہاجرین کی جڑ ہی کاٹ دے گی۔ (۳۰)

اکابر قریش کی جوارِ مسلم

انسانی فطرت، عرب شجاعت اور قریشی تمکنت کا ایک عجیب وغریب معاملہ جوارِ مسلم کے ضمن میں ملتا ہے۔ ایک طرف تو مخالفت اسلام میں پیش پیش تھے اور رسول اکرم ﷺ کے علاوہ اپنے فرزندوں اور عزیزوں کے لئے بلائے درماں تھے۔ دوسری طرف وہ اپنے بعض عزیزوں اور دوسرے صحابہ کرام کو اکابر ومتشددین سے بچانے کے لئے جوار وتحفظ بھی دے دیتے تھے۔ مہاجرین حبشہ میں بہت سے حضرات صحابہ کو مکہ واپسی پر انہوں نے اپنی جوار دے دی تھی اور ان کا بساط بھر تحفظ کیا تھا۔ اس کا ایک مختصر بیان پہلے دیا جاتا ہے، تجزیہ واپس آنے والوں کے حوالے سے بعد میں کیا جائے گا۔ بلاذری کا بیان یہ ہے:

۱۔ ابو احیحہ سعید بن العاص اموی نے حضرت عثمان بن عفانؓ کو پناہ دی تھی اور اس کا باقاعدہ حرم مکہ میں اعلان کیا تھا۔

۲۔ عتبہ بن ربیعہ نے اپنے فرزند مسلم حضرت ابوحذیفہؓ کو تحفظ فراہم کیا تھا۔

۳۔ نضر بن حارث بن کلدہ نے اپنے عزیز عمیر کے فرزند حضرت مصعب بن عمیرؓ کو اپنی جوار میں لے لیا تھا۔

۴۔ زمعہ بن اسود نے حضرت زبیرؓ بن عوام اسدی کو تحفظ و جوار دیا تھا۔
۵۔ اسود بن عبد یغوث نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو اپنی پناہ میں لے لیا تھا۔
۶۔ ولید بن مغیرہ مخزومی نے حضرت عثمان بن مظعون جمحیؓ کو جوار دی تھی۔
۷۔ عاص بن وائل سہمی نے حضرت عامر بن ربیعہ عنزی حلیف خطاب بن نفیل عدوی کو جوار میں لیا تھا۔
۸۔ سہیل بن عمرو عامری نے حضرت ابوسبرہ بن ابی رہمؓ کو جوار دی تھی اور بعض کے مطابق ابی بن شریق ثقفی نے دی تھی۔
۹۔ حویطب بن عبدالعزیٰ نے حضرت حاطبؓ بن عمرو کو اپنی جوار فراہم کی تھی۔
۱۰۔ بنوفہر کے خاندان نے حضرت سہیلؓ بن بیضا کی حفاظت کا ذمہ لیا تھا۔
۱۱۔ عاص بن وائل سہمی نے حضرت عمر بن خطاب عدویؓ کو از خود اپنی جوار میں لیا تھا اور اس کا اعلان بھی کرادیا تھا۔
۱۲۔ مطعم بن عدی نوفلی نے ابوطالب کی وفات کے بعد رسول اکرم ﷺ کو آپ کی درخواست پر جوار فراہم کی تھی۔ (۳۱)

مسلمانوں کی جوار و تحفظ کی یہ صرف چند مثالیں ہیں۔ بلا تامل و تکلف کہا جاسکتا ہے کہ بہت سے صحابہ اکابر قریش کی جوار میں رہتے تھے۔

جوار و پناہ دینے کے عرب و قریشی اصول کو ان کی مروت و شجاعت پر ضرور مبنی قرار دیا جاتا ہے کہ طلب جوار کا انکار نامردی تھی۔ لیکن اسی کے ساتھ کہیں نہ کہیں ان کے دلوں میں قومی یگانگت، خاندانی محبت اور صلہ رحمی کے جذبات و اقدار کام کر رہے تھے۔ خاص طور سے ان اکابر قریش کا رویہ خاصا عجیب و غریب ہے جو اپنے فرزندوں اور عزیزوں کے لئے تو موذی اور ظالم و ستم گر تھے اور دوسرے خاندان کے مسلمانوں کے لئے مظالم کے خلاف سینہ سپر ہو گئے تھے۔ ان کا ایک مختصر تجزیہ بہت اہم حقائق بتاتا ہے۔

ابواحیحہ سعید بن العاص اموی اپنے مسلم فرزندوں پر سخت مظالم ڈھاتا تھا اور شروع میں حضرت عثمان بن عفانؓ کے قبول اسلام پر سخت ناراض ہوا تھا۔ وہ رسول اکرم ﷺ کی بت پرستی پر تنقید سے بہت جز بز ہوتا تھا مگر قومی و خاندانی نظام کی وجہ سے حضرت عثمانؓ کو بعد ہجرت حبشہ جوار دے دی تھی اور پانچ سات سال تک ان کی اور ان کے خاندان کی حفاظت کرتا رہا تھا۔ بعد میں وہ اسلام کی مقبولیت اور رسول اکرم ﷺ کی کامیابی سے اتنا بے زار ہوا کہ وطن مالوف چھوڑ کر طائف میں اپنے اموال میں جا بسا۔

سہیل بن عمرو عامری خطیب وشیخ قریش اول الذکر کی مانند اپنے فرزندوں کے لئے تیغ ستم تھا، مگر حضرتِ ابوسبرہؓ کو جوار میں لے لیا تھا۔

عتبہ بن ربیعہ اکابر مکہ وقریش میں سب سے زیادہ شریف النفس، صلح پسند اور قومی فخر کے پیکر ہونے کے علاوہ حامی رسول ﷺ بھی تھے۔ اختلاف دین وایمان کے باوجود اپنے مسلم فرزند اور عظیم صحابی حضرت ابوحذیفہؓ کو جوار میں لے لیا تھا۔ مسلم پسر کی جوار پدر کی یہ انوکھی مثال تھی۔

نضر بن حارث عبدری کو بلاذری وغیرہ نے رسول اکرم ﷺ کے شدید ترین دشمنانِ قریش میں شمار کیا ہے جو تکذیب وتعذیب دونوں کا خوگر تھا۔ وہ صاحب احادیث اور ایرانی کتب کا پارکھ اور علمائے یہود ونصاریٰ سے مخالطت بھی رکھتا تھا اور قریشی اکابر میں عالم سمجھا جاتا تھا۔ تمام تر علمی مخالفت ونبوی عداوت کے باوجود اس نے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو جوار دی تھی۔ غالبًا عبدری حمیت نے زور مارا تھا۔

زمعہ بن اسود بن مطلب عامری معتدل وصلح کل قسم کے اکابر قریش میں سے تھا اور وہ حضرت زبیر بن عوام اسدیؓ کا محافظ بن گیا تھا۔

اسود بن عبدیغوث بن وھب زہری کو مستہزئین میں شمار کیا گیا ہے اور غالبًا قومی حمیت سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف زہریؓ کو پناہ دی تھی۔

ان خاندانی محافظوں کے ساتھ پورے خاندان بنو حارث بن فہر نے اجتماعی طور سے حضرت سہیل بن بیضا فہریؓ کو پناہ دی تھی۔ وہ اکابر صحابہ کا خاندان تھا۔

ولید بن مغیرہ مخزومی اور عاص بن وائل سہمی عظیم ترین اکابر قریش میں تھے اور خاصے انصاف پسند، دونوں نے بالترتیب حضرت عثمان بن مظعون جمحیؓ اور حضرت عامر بن ربیعہ عنزیؓ حلیف حضرت عمر بن خطاب کو پناہ دی تھی۔ موخر الذکر نے حضرت عمرؓ کو بھی جوار دی تھی، اور حق مسلم کا دفاع کیا تھا۔

حویطب بن عبدالعزیٰ خاندان ابوقیس بن عبدود کے منصف مزاجوں میں سے تھے، انہوں نے حضرت حاطب بن عمروؓ اور حضرت ابوجندلؓ کو بعد میں پناہ دی تھی۔

مطعم بن عدی نوفلی رسول اکرم ﷺ کے چچا تھے اور اکابر قریش میں اعتدال وانصاف اور حمایت وحمیت کے پیکر۔ جوارِ نبوی ان کا کارنامہ ہے۔ (۳۲)

صحیفہ مقاطعہ کے اکابر قریش

تاریخی سلسلۂ واقعات کی دوسری کڑی بنوہاشم وبنومطلب کے سماجی مقاطعہ (بائیکاٹ) کی لعنت

تھی۔ وہ ہجرت حبشہ کے بعد خاص کر ان کے بیش تر مہاجرین کی واپسی اور ان کے مختلف اکابر قریش کے جوار میں داخلے کے بعد پیش آئی تھی۔ اس کا عام زمانہ ۶ نبوی (۶۱۶ء) سے ۹ نبوی (۶۱۹ء) متعین کیا جاتا ہے جب تشدد پسند اور جابر اکابر قریش نے یہ اقدام کیا تھا۔ ان کا محرک صرف یہ تھا کہ ابوطالب ہاشمی اور ان کے دونوں مذکورہ بالا خاندانوں نے کسی طرح رسول اکرم ﷺ کو ان کے حوالے کرنے سے انکار کیا تھا۔ ابوطالب اور ان کے حامی خاندانوں کے علاوہ بیش تر اکابر قریش اور ان کے خاندان و بطون عرب روایات کے مطابق کارفرما تھے، کیوں کہ اپنے آدمی کا دوسروں کے حوالے کرنے کا کام کلنک کا ٹیکہ تھا اور عرب شجاعت و پامردی اور حمیت کے خلاف تھا۔ جب کہ مقاطعہ کرنے کے حامی اور ہم نوا اپنی اقدار حمیت و قبائلی محافظت کی خلاف ورزی کر کے ہٹ دھرمی اور بے جا ضد پر اڑے ہوئے تھے۔ ابن اسحاق، ابن ہشام، بلاذری وغیرہ کی روایات مختلفہ کا اتفاق ہے کہ دربار نجاشی میں وفد قریش کی ناکامی نے ان کی آتش غضب بھڑکا دی تھی۔

تمام مآخذ سیرت وحدیث کا اتفاق ہے کہ چند جباروں اور شیاطین قسم کے امرا نے یہ منصوبہ بنایا تھا۔ بیش تر اکابر وشیوخ قریش و مکہ اس کے خلاف تھے، لیکن وہ ان کے جبر و سرکشی کے سامنے بول تو سکے مگر کارگر مخالفت نہ کر سکے۔ مگر مآخذ سیرت اور ان کے پیروکار مولفین سیرت یہ غلط تاثر دیتے ہیں کہ وہ قریش کا قومی واجماعی فیصلہ تھا اور کوئی اس کے خلاف نہ تھا۔ بہ ہر حال کتابت صحیفہ اور اس کے نفاذ کے متعلق روایات سے یہی خیال باطل ملتا ہے اور نقض صحیفہ سے متعلق روایات اسے غیر متفقہ بتاتی ہیں۔ اور ان اکابر قریش اور ان کے خاندانوں کا ذکر کرتی ہیں جو صحیفہ مقاطعہ کو غیر انسانی اور عرب مروت کے خلاف چیز تصور کرتے تھے۔ جارح اور جنگ جو اکابر قریش میں سے بھی چند نے زور زبردستی اور قومی مفادات کا تحفظ بنا کر اس کو لکھا اور نافذ کیا تھا، ان میں بنو ہاشم کے شیخ ابولہب نے خاندانی اور قبائلی حمیت کے خلاف مقاطعے کے حامی اکابر قریش کا ساتھ دیا تھا اور مورد طعن بھی بنا تھا، اور ان سب معاندین کا سرخیل ابوجہل مخزومی تھا۔ دوسرے حامی صحیفہ اکابر قریش میں منصور بن عکرمہ عبدری کا نام آتا ہے جو کاتب صحیفہ تھا۔ دوسرے اکابر قریش و مکہ کا بالعموم ذکر نہیں کیا جاتا۔ ان کے بارے میں مزید تحقیق سے تشدد پسند اکابر کے طبقے کا پتہ چلایا جا سکتا ہے۔ (۳۳)

حدیث نقض الصحیفہ (مقاطعے کے صحیفے کی منسوخی) باب میں ان اکابر قریش کا ذکر ملتا ہے جو اس کے مخالف تھے اور بالآخر ان کی ہی کوششوں سے مقاطعے کی منسوخی کا عمل صورت پذیر ہوا اور بنو ہاشم و بنو مطلب کا دور ابتلا تمام ہوا۔ منسوخی صحیفہ کا کارنامہ انجام دینے والے ہشام بن عمرو بن ربیعہ عامری تھے جو

نضلہ بن ہاشم بن عبد مناف کے بھتیجے اور بنو ہاشم کے واصل تھے۔ وہ صاحب شرف وجاہ سردار تھے اور انہوں نے سب سے پہلے اس کے منسوخ کئے جانے کی تحریک چلائی اور متعدد اکابر کو ہم نوا بنایا۔ وہ باری باری اپنے ہم خیال اکابر قوم کے پاس گئے اور ان کو منسوخی صحیفہ کے لئے تیار کیا۔ اس باب میں وہ ایک کارفرماو کارگزار طبقہ، اکابر بنانا چاہتے تھے، تاکہ ان کی اجتماعی قوت کے آگے مفسدان قوم ومعاندین نبوی بے بس وغیر موثر ہو جائیں۔ ابن اسحاق نے اپنے مخصوص افسانوی انداز میں بیان کیا ہے کہ وہ باری باری اکابر سے ملتے اور ان کو اپنے اقدام کا ہم نوا بناتے رہے۔ وہ کم از کم پانچ اکابر کا طبقہ بنانا چاہتے جو مختلف خاندانوں سے ہوں، تاکہ ان کی اجتماعی قوت سے شدت پسند طبقہ لوہا نہ لے سکے۔ ہشام بن عمرو عامری سب سے پہلے زہیر بن ابی امیہ مخزومی کے پاس گئے اور ان سے جذباتی اپیل کی کہ ہم تو کھانے کھائیں، عمدہ لباس پہنیں، عورتوں سے نکاح کریں اور عیش وعشرت میں مگن رہیں اور ہمارے اخوال اور اعزہ کھانے پینے کو ترسیں اور محرومی کا شکار رہیں، زہیر بن ابی امیہ مخزومی نے اپنی تنہائی کا شکوہ کیا تو ہشام عامری نے اپنی حمایت کا یقین دلایا اور تیسرے شیخ ہم نوا تلاش کرنے کو کہا۔ ہشام عامری نے اسی طرح باری باری دورہ کرکے مطعم بن عدی نوفلی، ابوالبختری بن ہشام، زمعہ بن اسود کو ہم نوا بنایا۔ پانچ پاک نفوس یا صاحبان خیر ومروت نے خطم الحجون نامی مقام پر رات میں مجلس مشاورت منعقد کی اور نقض صحیفے کا فیصلہ کیا۔ دوسری صبح زہیر بن ابی امیہ مخزومی نے خانہ کعبہ کا طواف کرنے کے بعد اکابر قریش کی مجالس (اندیۃ) کے سامنے نقض صحیفے کا اعلان کیا۔ ابوجہل مخزومی نے ان کی مخالفت کی کہ صحیفہ مقاطعہ منسوخ نہیں کیا جائے گا۔ اس کی تردید میں زمعہ بن اسود نے دل کی بات کہہ دی کہ ہم تو اس صحیفے کی کتابت پر راضی نہ تھے، اور اسی طرح ابوالبختری، مطعم بن عدی نے اس کے نقض پر اصرار کیا اور واضح کیا کہ ہم سب تو اس سے کبھی راضی نہیں رہے۔ انہوں نے دراصل خاموش اکثریت اکابر کی دل کی بات کہہ دی تھی۔ پھر صحیفہ چاک کر دیا گیا۔ یہ اقدام مطعم بن عدی نے کیا تھا اور اس کو ابوطالب وغیرہ نے بہت سراہا اور ان کی خاص طور سے تعریف وتحسین بھی ایک قصیدہ میں کی۔ (۳۴)

قریشی اکابر کے طائفہ خمسہ نے معاہدہ وصحیفہ مقاطعہ جو خانہ کعبہ کے در میں آویزاں تھا، چاک کر دیا اور ان کے ساتھ بعض دوسرے اکابر قریش ہتھیار زیب تن کرکے شعب بنی ہاشم گئے اور محصوروں کو تلوار کے سائے میں ان کے گھروں میں لائے۔ ان میں عتبہ بن ربیعہ اور عدی بن قیس سہمی بھی شامل تھے۔ موخر الذکر کو ابوحسان کی کنیت سے مصادر میں یاد کیا جاتا ہے۔ مآخذ کے مطابق نقض صحیفہ اور بنو ہاشم وبنو مطلب کی اپنے گھروں میں واپسی دیکھ کر شدت پسندوں اور دشمنوں کے چھکے چھوٹ گئے۔ اگرچہ روایات میں

قریش کے بدحواس ہونے کا عمومی ذکر ہے اور وہ راویوں کی بے احتیاطی اور عمومی نگارش کا ایک نمونہ ہے۔ اس کا ردعمل قریش یا ان کے جابر سرداروں پر یہ ہوا کہ وہ خود لاچار ہو گئے اور سمجھ گئے کہ اب مظلوموں کے خاندان (عشائر) ان کی حفاظت کریں گے اور رسول اکرم ﷺ کو ان کے حوالے کرنے کا خواب چکنا چور ہو گیا۔ وہ حامی و موافق اکابر کی فتح تھی اور شدت پسند اور انتہا پسند شیوخ کی شکست تھی۔ اب قریشی حامی اور معتدل اکابر کا سماجی غلبہ تھا۔ بلاذری وغیرہ کے مطابق یہ اہم ترین قریشی کارنامہ نبوت محمدی ﷺ کے دسویں برس پیش آیا تھا اور کرب و بلا کا دور ختم کر گیا تھا۔ (۳۵)

تین سالہ مقاطعے کے دوران بھی اکابر قریش کے دو طبقات نظر آتے ہیں: انتہا پسند جو مقاطعے کا کلی نفاذ چاہتے تھے۔ دوسرے صلح کل اور مروت و اخوت اور قبائلی یگانگت کے علم بردار اکابر جو شروع کے مخالف تھے اور محصوروں کی مدد کیا کرتے تھے۔ حضرت حکیم بن حزام اسدی اونٹنی پر آٹے (دقیق) کی بوریاں لاد کر شعب ابی طالب کی طرف ہانک دیتے تھے، تا کہ رسد کی کمی زیادہ نہ ہو۔ ان کے علاوہ دوسرے اکابر قریش تھے جو سامان رسد کی فراہمی کرتے رہتے تھے اور صحابہ کرام بھی اپنی بساط بھر امداد کرتے تھے۔ اگرچہ اس زمانۂ ابتلا میں صحابہ کرام کی امداد و اعانت اور سلیت و معاونت کا ذکر مآخذ کی روایات میں نہیں ملتا۔ حضرات صدیقؓ و فاروقؓ اور عثمانؓ و عبدالرحمنؓ جیسے جری اور جاں نثار صحابہ کرام کسی طرح خاموش نہیں بیٹھ سکتے تھے۔ روایات کا یہ خلا ہے مقاطعے کے محاصرے سے بعض اکابر ہاشم و مطلب باہر بھی آتے تھے، اور سامان رسد کی خرید کرتے تھے اور کبھی ناکام بھی لوٹتے تھے۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب ہاشمی کی ایسی ہی کوشش کا ذکر ملتا ہے۔ حیرت ہے کہ ابو طالب ہاشمی کے اقدامات مردانہ کا حوالہ نہیں آتا۔ قریشی اکابر میں دوسرے بھی صلہ رحمی کرتے رہتے تھے اور ابو جہل مخزومی جیسے دشمنوں سے لوہا منوا لیتے رہتے تھے۔ ان کا سماجی رویہ باعث فخر تھا۔ (۳۶)

علمی مخالفتِ اکابر

قریشی اکابر و شیوخ میں متعدد ایسے دوربیں اور صاحب نظر بھی تھے جو علمی اور دینی بنیادوں پر مخالفت کرتے تھے۔ ان کی مخالفت و اختلاف کے تین زاویے تھے: ایک رسول اکرم ﷺ کی نبوت و رسالت کے انکار میں دلائل دیتے تھے۔ دوسرے قرآن مجید کی وحی الٰہی پر نقد کرتے تھے اور تیسرے عام اسلامی تعلیمات پر طنز و تعریض کے علاوہ سوالات کرتے تھے۔ مآخذ نے اس ضمن میں متعدد اکابر قریش کا ذکر کیا ہے اور ان کی تمام تنقیدات و طنزیات کو بسا اوقات نقل بھی کیا ہے۔ اکابر قریش خود دینی اور علمی

مسائل نہ اٹھا پاتے تو یہود و نصاریٰ خاص کر احبار مدینہ سے علمی و تنقیدی امداد لیا کرتے تھے۔ تمام فکری اور دینی الزامات کا مقصود صرف یہ تھا کہ رسول اکرم ﷺ کو سچا رسول، اسلام کو سچا دین اور قرآن کو سچی وحی نہ مانیں اور لوگوں کو سمجھائیں کہ وہ سب سچ نہیں ہے۔ ان میں سے بعض صاحب افکار و علوم اپنے کلام کو بہتر ثابت کرتے اور یہودیت وغیرہ کو ترجیح دیتے۔

ابن اسحاق/ ابن ہشام نے خاص طور سے ان تمام دینی، فکری اور علمی اتہامات کا ذکر ان کے علم برداروں کے حوالے سے کیا ہے۔ ان میں خاص نظر بن حارث بن کلدہ عبدری کا ذکر کیا ہے کہ وہ رسول اکرم ﷺ کی مجلس تلاوت قرآن میں رخنہ اندازی کرتا تھا۔ آپ قریش اور دوسرے لوگوں کو قرآن کریم سناتے تو وہ رستم السند یدا سفندیار اور ملوک فارس کے بارے میں قصے سناتا۔ رسول اکرم ﷺ کے قرآنی بیانات کو اساطیر الاولین قرار دیتا اور دوسروں سے ماخوذ بتاتا اور اپنی حدیث کو حدیث نبوی سے بہتر بھی کہتا۔ قرآن مجید کی مختلف سورتوں کی آیات کریمہ میں ان تمام الزامات کی تردید کی گئی ہے۔ (۳۷)

مجالس نبوی میں بعض اکابر قریش کا اور خاص کر نظر بن حارث عبدری کے اعتراضات کا جواب قرآنی آیات کے حوالے سے آپ نے کیا تھا۔ ایسی فکری اور دینی بحثوں کا حوالہ ابن اسحاق نے بعض اور اکابر کے حوالے سے کیا ہے جیسے عبداللہ بن الزبعری سہمی جس نے سورہ انبیا: ۱۰۱، ۱۰۲ کی آیات سن کر حضرات عزیر و عیسیٰ علیہما السلام کی عبادت یہود و نصاریٰ کے مسئلے پر ولید بن مغیرہ کے مشورے سے بحث کی، جب کہ نظر بن حارث عبدری میدان چھوڑ گیا تھا۔ قریشی اکابر نے عبداللہ بن زبعری کے استدلال سے یہ سمجھ لیا کہ انہوں نے پالا مار لیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذکر قرآنی پر قریش کی حیرانی، پریشانی اور کج بحثی کا سدباب سورہ زخرف: ۵۷، ۶۱ میں کیا گیا ہے۔ (۳۸)

عظیم ترین اور محترم ترین شیوخ قریش میں عتبہ بن ربیعہ کا شمار بہ وجوہ ہوتا ہے۔ وہ بلاشبہ سید قریش تھے۔ قریشی مجالس میں ان کو سب سے بلند مقام حاصل تھا، اور دوسرے اکابر بھی ان کو پدر قبیلہ کا درجہ دیتے تھے۔ ان کی صفات حمیدہ ہی ایسی تھیں۔ ان کا مجالس نبوی سے برابر واسطہ رہا اور ایک موقع پر وہ جب مصالحانہ تجویز پیش کرنے گئے تھے تو زبان رسالت مآب ﷺ سے قرآن مجید کی آیات سن کر اتنے متاثر ہوئے کہ چہرے کے خدوخال بدل گئے، اور اس کا ادراک اکابر قریش نے بھی کرلیا اور اس کے بعد انہوں نے اکابر قریش کو رسول اکرم ﷺ کے حال پر ان کو چھوڑ دینے کا مشورہ دیا تھا، جس کا اوپر ذکر آچکا۔ (۳۹)

مکی سورتوں میں اللہ تعالیٰ نے قریش و عرب کے ساتھ یہود و نصاریٰ کے غلط افکار و عقائد اور اعمال کی تردید کی ہے۔ وہ عام تردید بھی ہے کہ پوری پوری قوم کا حوالہ دیا گیا ہے اور خاص استدلال بھی ہے کہ

متعدد اکابر وشیوخ کے حوالے آیا ہے۔ ایسے اکابر قریش کئی تھے۔ ابن اسحاق/ ابن ہشام کے مطابق ان میں خاص تھے: اخنس بن شریق ثقفی حلیف بنوزہرہ، ولید بن مغیرہ، ابی بن خلف، ابوجہل، امیہ بن خلف، عقبہ بن ابی معیط وغیرہ۔ مآخذ سیرت وحدیث میں ایسی تمام فصول ومباحث میں دوسرے اکابر قریش کا بھی ذکر ملتا ہے۔ اس کے بارے میں کہا جاسکتا ہے کہ وہ تمام عوام وخواصِ عرب وقریش کے افکار واعمال کی تردید ہے۔ (۴۰)

پوری سورہ کہف کا سبب نزول عام طور پر اکابر قریش کے سوالات کو قرار دیا جاتا ہے جو وہ یثرب کے احبار سے پوچھ کر آئے تھے تاکہ رسول اکرم ﷺ کو خاموش ولاجواب کردیں۔ قرآن مجید کی وحی میں ان کے جوابات سے وہ خود لاجواب ہوگئے۔ مآخذ نے ان میں جن اکابر قریش کے اجماعی فیصلے کا ذکر کیا ہے، وہ تھے: عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابوسفیان بن حرب، نضر بن حارث، ابوالبختری بن ہشام، اسود بن مطلب، زمعہ بن اسود، ولید بن مغیرہ، ابوجہل بن ہشام، عبداللہ بن امیہ، عاص بن وائل، امیہ بن خلف اور اس کا برادر ابی اور فرزندان حجاج منبہ ونبیہ وغیرہ۔ ان کے بحث ومباحثے اور فیصلے کے مطابق نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط یثرب گئے تھے اور احبار یہود سے سوالات پوچھ کر آئے تھے۔ یہ خاصی لمبی بحث مآخذ میں، خاص کر ابن اسحاق میں ملتی ہے اور اکابر کا علمی رد یہ بتاتی ہے۔ (۴۱)

علمی ودینی استدلال اور فکری کج بحثی سے عاجز آکر اکابر قریش نے اشتراک دین کا ایک نسخہ تجویز کیا کہ مسلمان اور ہم ایک دوسرے کے معبودوں کی عبادت کیا کریں، اور وحدت ادیان کے ذریعے دینی وفکری اختلافات دور کرلیں۔ یہ تجویز مصالحانہ رسول اکرم ﷺ کے طواف کعبہ کرنے کے دوران ایک خاص مجلس میں پیش کی گئی اور اس کے محرک اکابر قریش تھے: اسود بن مطلب، ولید بن مغیرہ، امیہ بن خلف، عاص بن وائل۔ ابوجہل مخزومی نے شجرہ زقوم کے ذکر پر اعتراض کیا تھا۔ قرآن مجید نے بالترتیب سورہ کافرون اور سورہ صٰفٰت: ۴۳ میں ان کا جواب دیا کہ مسلمان تو صرف عبادت الٰہی کے قائل اور اسی پر عامل ہیں۔ (۴۲)

مجالس نبوی کا تیرہ سالہ مکی دور مسلسل دعوت نبوی کا زمانہ تھا اور رسول اکرم ﷺ ہر روز ان میں اکابر قریش کو دعوت دیتے تھے، ان کو قرآن کریم کی آیات سناتے تھے، ان کے استدلالات کے جواب دیتے تھے اور ہر طرح کی جاں کاہی کرتے تھے۔ اس مستقل ومسلسل معمول نبوی نے اکابر قریش اور قوم عرب پر کئی اثرات مرتب کیے۔ مسلسل دعوت کے خلوص نے عوام وخواص کے دل جیت لئے اور ان کو قرآن مجید کی زبان وبیان کا شیدا بنا دیا کہ ابوجہل جیسے سنگ دل ومنکر چھپ چھپ کر اسے سنتے۔ اکابر

قریش کے مختلف طبقات تنہا سنتے تو حیران و ششدر اور خاموش ہو جاتے اور کلام الٰہی کی حقانیت کا خیال لے کر اٹھتے۔ سب سے دل چسپ اور معنی خیز اثر یہ ہوتا کہ مجالس نبوی میں قرآن مجید کی آیات کریمہ اور دعوت نبوی سن کر وہ باہم لڑ جاتے تھے۔ موخر الذکر تاثیر کا ایک دل چسپ واقعہ یہ ہے کہ عقبہ بن ابی معیط اموی نے مجلس رسول اکرم ﷺ میں آپ سے کلام الٰہی و کلام نبوی سنا اور خاموش رہا۔ اس کے جانی دوست ابی بن خلف جمحی کو واقعے کی خبر ملی تو وہ عقبہ اموی پر چڑھ دوڑا کہ تم نے محمد ﷺ کی مجلس میں بیٹھ کر سنا، لہٰذا اب تم سے کبھی کلام نہیں کروں گا اور تمہاری صورت بھی نہیں دیکھوں گا۔ عقبہ اموی نے دوست کی شرط مان لی کہ اگلی بار وہ مجلس میں بیٹھ گیا تو چہرہ انور پر تھوک دے گا اور ظالم نے ایسا ہی کیا۔ اسی طرح ابی بن خلف جمحی نے رسول اکرم ﷺ کو دعوت طعام میں بلایا تو عقبہ اموی نے اپنے دوست پر سخت نکیر کی۔ اکابر قریش کی روش رسول اکرم ﷺ کے باب میں گومگو کی تھی، سنے بغیر رہا نہیں جاتا تھا، ایک سنتا تو دوسرا اسے سرزنش کرتا، چھپ چھپ کر کئی کئی سنتے تو بعد میں ملاقات پر پچھتاتے اور ملامت باہمی کرتے مگر پھر سنتے۔ (۴۳)

اسلام، قرآن اور رسول اللہ ﷺ کے بارے میں قریشی اکابر کے قومی، فکری، علمی، دینی اور استدلالی رویے کا ایک مظہر بہت معنی خیز ہے۔ وہ عظیم ترین شیخ قریش ولید بن مغیرہ مخزومی کے تحیر کے عنوان سے ابن اسحاق نے بہ جا طور سے بیان کیا ہے۔ خود کبیر قریش نے تجویز رکھی کہ موسم حج آنے والا ہے اور وفود عرب کے سامنے رسول اکرم ﷺ اپنا کلام و دعوت رکھیں گے، لہٰذا ان کے بارے میں ایک متفقہ قومی موقف تیار کر لیا جائے۔ قوم نے متعدد الزامات و اتہامات باری باری شیخ قریش کو سنائے اور اس نے سب کی تردید کی۔ آپ ﷺ نہ کاہن ہیں، نہ مجنون ہیں، نہ شاعر ہیں، نہ ساحر ہیں، کیوں کہ ہم جانتے ہیں کہ کاہن کیا ہوتا ہے، مجنون کی کیا صفات ہیں، شعر کیا ہے اور سحر و ساحری کیا ہے۔ اس کا اعتراف حق تھا کہ بلاشبہ ان کے کلام میں حلاوت ہے، اس کی اصل شجر نخیل ہے اور اس کی شاخ چیدہ ثمر ہے:

واللّٰہ ان لقولہ لحلاوۃ، وان اصلہ لعذق، وان فرعہ لجناۃ

یہی کلام الٰہی کی تاثیر تھی کہ وہ حیران و مبہوت ہو جاتے اور دل میں اسے حق سمجھتے۔ (۴۴)

خاتمہ بحث

اکابر قریش اور قوم قریش کی مخالفت اسلام اور عداوت نبوی پر مآخذ سیرت میں گونا گوں روایات ہیں۔ بسا اوقات وہ ایک عمومی انداز اختیار کرتی ہیں کہ قریش نے قومی اور قبائلی سطح پر عداوت و مخالفت کا

رویہ اپنایا۔ تعمیم کا یہ مقبول عام رویہ اکابر قریش کے بارے میں بھی ملتا ہے کہ سب کے سب موذی، مذاق اڑانے والے اور مخالف ہی تھے۔ جدید سیرت نگاروں کو ایسی تعمیم بہت بھاتی ہے اور قومی مخالفت اور قبائلی عداوت کا صرف ایک طرفہ رخ پیش کرتے ہیں۔ سچ یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی مخالفت اور اسلام سے ان کی دشمنی کے علم بردار بھی تھے، جن کو شدت پسند طبقہ کہا جا سکتا ہے۔ دوسرے نیم گرم قسم کے اکابر تھے کہ دینی اختلاف تو کرتے تھے اور اسلام کی سماجی تاثیر پر شکوہ کناں بھی تھے مگر تشدد کے خلاف تھے۔ شبلی جیسے بعض نادر و نایاب محققین سیرت نے کچھ اکابر قریش کے شریف النفس ہونے کا سراغ لگایا ہے، مگر وہ بھی معتدل اکابر اور ان سے زیادہ منصف مزاج، نرم رو اور حمایت کرنے والوں کا پتہ نہیں لگا سکے اور نہ تجزیہ ہی کر سکے۔ چند روایات کو چن کر یا مولفین سیرت کے بعض بیانات کو بنیاد بنا کر قریشی مخالفت اور اکابر قریش کے عناد کا عمومی باب لکھ دیا۔ (۴۴)

دوسرے انسانی سماجوں کی طرح قریش مکہ کے عرب سماج میں بھی افراد و طبقات کے رنگا رنگ سماجی رویے تھے، سماجیات کے اصول اور انسانی فطرت کی ساخت اور وقت کے احوال و ظروف کے تناظر میں مطالعہ کرنے سے حقیقت کھلتی ہے۔ (۴۵) بلاشبہ دینی اختلاف اتنا وسیع الجہات نہیں تھا، جتنا سمجھا یا سمجھایا جاتا ہے۔ کیوں کہ اسلام کو اصل دین ابراہیمی بنا کر پیش کیا گیا تھا۔ قوم قریش اور ان کے اکابر بلکہ تمام عرب قبائل کو دعویٰ تھا کہ وہ دین ابراہیمی کے پیرو ہیں۔ اس قدر مشترک نے دینی اختلاف کو زیادہ پھیلنے نہیں دیا۔ دین ابراہیمی کے عقائد و اقدار، اعمال و اشغال، ارکان و عبادات اور شعائر کی ہم آہنگی نے بھی کارگزاری کی تھی۔ (۴۷)

دینی اعتبار سے ان اکابر قریش کو اور ان کی جاہلی قوم کو مروجہ دین و مذہب پر قرآنی نقد و تبصرے نے زیادہ برافروختہ کیا تھا۔ جاہلی مراسم اور بدعات و خرافات خاص کر شرک کے تمام مظاہر پر قرآن و رسول ﷺ کی نکتہ چینی ان کو گراں گزرتی تھی کہ شرک ان کی نفسیات میں بیٹھ گیا تھا اور وہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور خالص عبادت کرنے سے صنم پرستی کی وجہ سے گریزاں تھے۔ اسی ہٹ دھرمی کی وجہ سے وہ دوسرے عقائد اسلامی، نبوت و رسالت، آخرت و معاد وغیرہ کے صحیح مفہوم سے بے بہرہ ہو گئے تھے۔ قرآن مجید کی بہت سی آیات کریمہ میں مکی اکابر اور قریشی عوام اور تمام دوسرے عربوں اور انسانوں کی صحیح آگاہی بخشی گئی ہے۔ (۴۸)

رسول اکرم ﷺ کی دعوت میں اول روز سے صحیح دین ابراہیمی کی طرف لوٹ آنے پر زور دیا گیا تھا۔ اس حقیقت کے وہ منکر بھی نہ تھے لیکن رسول اکرم ﷺ کے منصب رسالت پر فائز ہونے سے وہ

اپنے سماجی رویے کے سبب سرگرداں تھے۔ ان کے سماجی فکر وخیال میں رسول آخرالزماں کسی صاحب منصب وسیادت کا ہونا ضروری تھا۔ ان کا تصور عظمت دنیاوی فکر پر مبنی تھا۔ اکابر قوم کا بڑا طبقہ یہ بھی خوب سمجھتا تھا کہ حضرت محمد ﷺ کی رسالت ونبوت تسلیم کر لینے کے بعد سیادت ان کے ہاتھ سے نکل جائے گی۔ کچھ خاندانی اور قبائلی مسابقت نے بھی گل کھلایا تھا، اور سب سے زیادہ ان کی قوم کی دینی تقسیم نے ان کے سماجی نظام کو تلپٹ کر دیا تھا۔ مآخذ میں بار بار مختلف اکابر وشیوخ کا یہ شکوہ نقل کیا جاتا ہے کہ اسلام اور رسول اکرم ﷺ نے ان کے خاندانوں میں پھوٹ ڈال دی ہے۔ سادات وشیوخ کو اپنے فرزندوں، دختروں، نوجوانوں اور عزیزوں کی اسلام پسندی، اپنی بزرگی، عظمت اور سیادت سے بغاوت لگتی تھی۔ (۴۹)

تمام اسباب اختلاف اور وجوہ عناد نے قریشی اکابر کے کئی طبقات بنا دیئے تھے، جیسا کہ مآخذ میں ان کا ذکر ملتا ہے، ان سب سے نرم رو وہ جاہل وسفیہ قوم تھے جو دین سے اختلاف اور رسول اکرم ﷺ کی مخالفت تو کرتے تھے مگر ظلم وستم سے بچتے تھے۔ ان کی زبانیں بھی حدود شرافت میں رہتیں اور ہاتھ پیر اور اعضا وجوارح قابو میں رہتے کہ وہ اپنوں کے خلاف کچھ کہتے اور کرتے نہ تھے۔ دوسرے وہ اکابر قریش تھے جو بالعموم مذاق اڑانے والے اور طنز وتعریض کرنے والے (مستہزئین) تھے اور خاصے تھے۔ تیسرا طبقہ اکابر تشدد پسند تھا اور ان میں بھی دو طرح کے لوگ تھے۔ ایک معمولی زدوکوب اور جسمانی تکلیف دہی تک محدود رہتا تھا اور دوسرا سخت ایذا دینے کا قائل تھا۔ اسی طبقۂ متشددین نے غلام وموالی کی زندگی اجیرن کر دی تھی کہ سخت ایذائیں دیتے تھے۔ وہ خود تو موذی تھے ہی، سفیہان قوم اور لڑکوں بالوں اور اوباشوں کو بھی مسلمانوں کی ایذا دہی اور سرعام رسوائی پر لگا دیتے تھے۔ (۵۰) انتہا پسندوں نے عام مخالفت اور وسیع تر عداوت کا ماحول پیدا کر دیا جس میں شریف النفس درکنار ہو گئے۔ (۵۱) مگر ان میں سے بعض اکابر اپنے بلند تر قد وقامت اور سماجی رسوخ اور قبائلی عظمت کے سبب حمایت مسلم کا کام بھی کر جاتے تھے۔ عاص بن وائل سہمی ان میں سے ایک تھے جنہوں نے حضرت عمرؓ کے قبول اسلام پر اکابر قریش سے کہا تھا کہ ایک شخص کو ایک دین پسند آیا، اس نے اسے اختیار کر لیا اور یہ ہر شخص کا حق ہے، لہٰذا ان کو کیوں زدوکوب کرتے ہو اور ان سے جھگڑا کیوں مول لیتے ہو؟ پھر از خود اپنی جوار و پناہ میں لے لیا۔ تشدد پسندوں اور ظالموں کو یہ شریفانہ رویہ کبھی نہیں بھایا اور وہ مسلمانوں کے اوپر ظلم کرتے رہے۔ قریش مکہ کا سماجی تحفظ کا نظام عام تعذیب کی راہ میں سب سے بڑا روڑا تھا کہ کسی دوسرے خاندان کے مسلم پر دست درازی خطرناک تھی۔ ابوجہل مخزومی کو رسول اکرم ﷺ کی ایذا دہی پر حضرت حمزہ بن عبدالمطلب ہاشمی سے اسی سبب مار کر کھانی اور برداشت کرنی پڑی تھی۔ بنو ہاشم وبنو مطلب نے متحدہ طور سے ابوطالب بن عبدالمطلب ہاشمی کی بے

لچک اور واضح حمایت نبوی کی وجہ سے ساتھ دیا تھا۔ صلہ رحمی، قرابت و رشتے داری، خون اور دودھ کی یگانگت اور ایسے دوسرے سماجی رشتوں نے ان کو اپنوں پر ظلم سے روکا بھی تھا۔ (۵۲)

جوار کی صحت مند روایت بلا شک وشبہ ظلم وستم اور تعذیب کی حدود کو قائم کرنے میں سب سے زیادہ کارگر رہی تھی۔ اکابر قریش اور سادات قوم اپنے اپنے مسلمانوں کی حفاظت وصحت کے تو قومی روایات کی وجہ سے پابند تھے کہ وہ ان کی عزت و وقار کا معاملہ تھا۔ کوئی غیر ان کے اپنے پر دست درازی کر جائے ان کے لئے نا قابل برداشت تھا لیکن جب انتہا پسندوں نے قبائلی وخاندانی تحفظ کے نظام کی مخالفت کی اور خود اپنوں کے ستانے کی راہ دکھائی تو تعذیب مسلم کی شاہ راہ کھل گئی۔ اسی خاندانی تعذیب نے عوامی مخالفت کا ماحول پیدا کیا اور بہت سے مسلمانوں کو اپنے لوگوں کے دست برد سے بچنے کے لئے ہجرت کرنی پڑی۔ (۵۳) اس سے زیادہ طرفہ تماشا تھا کہ نفسیات اکابر کی پیچیدگی یا سماجی اصولوں کی جبر دستی کہ وہ غیروں کو جوار میں لینے لگے۔ جوار کی طلب پر اس سے انکار کرنا عرب مروت اور قریشی شجاعت کے خلاف تھا۔ وہ اپنے وقار و عظمت کو کسی طرح داؤ پر نہیں لگا سکتے تھے۔ مہاجرین حبشہ میں سے متعدد مسلمانوں کو مختلف خاندانی اکابر کی جوار فراہمی اسی سماجی ریت اور فطری جبلت تحفظ کی ایک علامت تھی۔ ابو طالب ہاشمی کی حمایت ونصرت نبوی ان کی شرافت سے زیادہ ان کے خاندانی اور سماجی اصول کی بنا پر تھی اور ان کے بعد بنو نوفل کے شیخ مطعم بن عدی کی رسول اکرم ﷺ کو طلب پر جوار میں لینے کی واقعیت میں اسی قریشی وعرب وقار وافتخار کی کارفرمائی تھی۔ تمام جوار دینے والے اکابر قریش کی نفسیات پر غور کرنے سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ اپنے مسلمہ اصول سماجی سے روگردانی نہیں کر سکتے تھے۔ اس کا سب سے شان دار ونتیجہ خیز پہلو یہ تھا کہ ایک کبیر قوم کی جوار وحمایت کو انتہا پسند اور جانی دشمنان نبوی بھی تسلیم کرتے تھے۔ جوار نبوی کا معاملہ ہو یا ابن الدغنہ کی جوار ابی بکر کا یا کسی اور کی جوار کا، تمام اکابر بہ یک زبان اسے صلہ رحمی اور قرابت داری کی رعایت کہتے تھے۔ (۵۴)

صلہ رحمی، قرابت داری، خاندانی محبت اور ایسی ہی سماجی جہات نے مسلمانوں کی اعانت وامداد پر بھی انہیں ابھارا تھا۔ سماجی مقاطعے کے سخت ترین زمانے میں جن اکابر قوم نے محصور مسلمانوں اور ان کے حامی ہاشمیوں اور مطلبیوں کی دست گیری اور مدد کی تھی، اسے اعتدال پسندوں نے صلہ رحمی کا تقاضا قرار دیا تھا۔ اور یہ صرف ایک واقعہ نہ تھا بلکہ تسلسل کے ساتھ ان واقعات کا سلسلہ تھا، مہاجرین حبشہ کے ہجرت کرنے کے بعد دیار غیر میں ان کی اخلاقی اور مالی امداد واعانت میں صلح پسند اور معتدل اکابر پیش پیش تھے۔ دوستی اور قربت کے تعلقات نے امیہ بن خلف جمحی جیسے جانی دشمنوں کو اپنے مسلم دوستوں اور

عزیزوں سے حسن سلوک پر مجبور کیا تھا۔ یہ بھی حقیقت یاد رکھنے کی ہے کہ بنو ہاشم اور بنو مطلب کی سماجی ناکہ بندی سے اکثریت اکابر متفق نہ تھی اور نہ عوام کے طبقات ہی اس سے اتفاق کرتے تھے۔ ان کی زباں بندی اور قوت اظہار پر انتہا پسندوں کی جبریت نے تالہ لگا دیا تھا کہ وہ ان کے اقدام کے خلاف کچھ نہ کر سکے۔ عداوت ومخالفت کی عام فضا میں جب اسے قومی معاملہ ومفاد بنا دیا جائے تو حق پرست اور انصاف پسند خاموشی پر مجبور ہو جاتے ہیں، لیکن ان ہی منصف مزاجوں کی قرابت داری اور صلہ رحمی کے جذبات نے بالآخر سماجی مقاطعے جیسے ظالمانہ نظامِ دار وگیر کو بکھیر دیا تھا۔(۵۵)

حامی وہم نوا اور موافق اکابر کے طبقہ کی نمائندگی عتبہ بن ربیعہ جیسے صلح پسند، دور بین اور قومی وقار کے پیکر کرتے تھے۔ یہ طبقۂ اکابر بہت چھوٹا تھا مگر وہ خاصا فعال بھی رہا تھا۔ اس نے رسول اکرم ﷺ کو ان کے حال پر چھوڑ دینے کا رویہ اپنانے کا اور اسی غیر جانب دارانہ روش کو دوسروں کو اختیار کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ اکابر قریش سے ان کی مصلحانہ تجویز بہت حکمت آمیز بھی تھی۔ محمد ﷺ کو ان کے حال پر عربوں کے لئے چھوڑ دو، اگر عرب غالب آگئے اور محمدی پیغام کو سمیٹ دیا تو تمہارا مقصودِ ظلم وستم تمہیں مل جائے گا۔ اگر محمد ﷺ عرب اور عالم پر غالب آگئے تو ان کی سیادت تمہاری سیادت ہوگی اور ان کا اقتدار (ملک) تمہارا اقتدار ہوگا۔ حضرت محمد بن عبداللہ ہاشمی ﷺ کی نبوت ورسالت اور اس کے برپا کردہ نظام کی ایسی دور بینی صرف ایسے ہی اکابر کے خیال میں آسکتی تھی۔(۵۶) ان کا یہ دور بیں ومستقبل شناس رویہ وحکمت دراصل رسول اکرم ﷺ کے مسلسل اعلانات واظہارات کا پرتو تھا۔ دعوت اسلامی کے اول روز سے آپ ﷺ اکابر بنی عبد مناف، شیوخ قریش اور عوام عرب سے کہتے آرہے تھے کہ میں تمہارے پاس ایسا کلمہ لایا ہوں جسے اگر تم قبول کرو گے تو عرب وعجم تمہارے اطاعت گزار بنیں گے اور تم سب پر حکومت وفرماں روائی کرو گے۔ حضرت ورقہ بن نوفل اسدیؓ جیسے تاریخ انبیا کے ماہر اور نبوت ورسالت کی سربلندی کے قائل بھی غلبہ محمدی کی پیشن گوئی کرتے رہے تھے۔ خود انتہا پسند اکابر قریش بھی اسلام اور پیغمبر اسلام کے عالمی وآفاقی اقتدار وسیادت کا منظر نامہ اپنی بصیرت سے دیکھ رہے تھے۔ لیکن اپنی ذاتی سیادت اور شخصی مشیخت کے ہاتھ سے جانے پر مضطرب تھے اور اسی ذاتی وشخصی اقتدار کی خاطر عداوت پر کمر باندھ لی تھی۔ قریشی اکابر کے علاوہ دوسرے عرب قبائل کے سادات واکابر بھی اسی عالمی سیادت کو دیکھ رہے تھے، لیکن فطرت سے مجبور تھے۔(۵۵)

تیرہ سالہ مکی دور نبوی میں دعوت اسلامی پر قریشی اکابر کا ردعمل ہر لحاظ سے بڑا عجیب وغریب رہا تھا۔ وہ بڑے مخمصے میں پھنسے تھے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ رسول اکرم ﷺ کو مکہ میں قیام پذیر

رہنے دیں یا شہر بدر کردیں یا موت کے گھاٹ اتار دیں۔ یہ ان کے مکر بھری سیاست کا بیان ہے جو سورہ انفال میں آیا ہے:

وَاِذۡيَمۡكُرُبِكَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لِيُثۡبِتُوۡكَ اَوۡ يَقۡتُلُوۡكَ اَوۡ يُخۡرِجُوۡكَ ط وَيَمۡكُرُوۡنَ وَيَمۡكُرُاللّٰهُ ط وَاللّٰهُ خَيۡرُ الۡمَاكِرِيۡنَ O (۵۸)

اور جب کافر آپ کے بارے میں تدبیریں سوچ رہے تھے کہ آپ کو قید کرلیں یا آپ کو مار ڈالیں یا آپ کو جلاوطن کردیں اور وہ بھی تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ بھی تدبیریں کر رہا تھا اور اللہ سب سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔

مکی سورتوں میں رسول اکرم ﷺ اور دعوت اسلامی کے متعلق اور بھی مضامین ہیں جو ان کے رد عمل کو ظاہر کرتے ہیں اور وہ ان سے واقف تھے۔(۵۹)

مختلف آیات میں نصرت الٰہی کا وعدہ اور مسلم غلبہ وفتح کا ذکر مکی بھی ان کے سامنے تھا، خاص کر سورہ روم: ۱تا۷ کا وعدہ الٰہی، اس پر ان کے بعض طالع آزماؤں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے ہار جیب کی شرط لگائی تھی اور آٹھ سال میں وہ ہار بھی گئے تھے۔(۶۰)

اس کے سامنے سورۂ اسرا: ۷۶ کا حتمی اعلان بھی تھا کہ وہ آپ ﷺ کو شہر بدر کرکے زیادہ دنوں تک باقی نہ رہ سکیں گے:

وَاِنۡ كَادُوۡا لَيَسۡتَفِزُّوۡنَكَ مِنَ الۡاَرۡضِ لِيُخۡرِجُوۡكَ مِنۡهَا وَاِذًا لَّا يَلۡبَثُوۡنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيۡلًا O (۶۱)

اور اہل قرابت اور محتاج اور مسافر کا حق ادا کرتے رہنا اور (مال کو) فضول نہ اڑانا۔

کیوں کہ یہی سنت الٰہی تھی۔(۶۲)

ان کے صاحبان بصیرت سورۂ قصص کے وعدہ الٰہی کے معانی بھی سمجھتے تھے کہ جس ذات بے ہمتا نے آپ پر قرآن فرض کیا ہے، وہ آپ کو اپنے وطن (معاد) کی طرف پھر واپس لائے گا:

اِنَّ الَّذِىۡ فَرَضَ عَلَيۡكَ الۡقُرۡاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَاد (۶۳)

قرآن مجید کی ان آیات کریمہ کے علاوہ ان کے سامنے وہ تمام الٰہی وعدے بھی تھے، جن میں آپ کے تمکن (غلبے) کا ذکر ہے۔(۶۴) سادہ لوح عوام کو بھلے ہی خبر نہ ہو اور خوش فہموں کو خواہ حقیقت کا ادراک نہ رہا ہو، لیکن دور اندیش اکابران سے آگاہ تھے۔ روایات سیرت وحدیث سے اور واقعات وحقائق کے بلندی کی طرف اقبال سے، وہ اقبال نبوی اور غلبہ مسلم کو دیکھ رہے تھے۔ کئی مواقع پر اکابر قریش اور ان جہاں

دیدہ سرخیلوں نے اپنے لوگوں کو سمجھایا تھا کہ اب تو شاہ روم بھی محمد ﷺ سے خوف زدہ ہے (۶۵)

حضرت عروہ بن مسعود ثقفی نے صلح حدیبیہ سے قبل اور حضرت ابوسفیان بن حرب اموی نے معاہدہ حدیبیہ کے بعد اس کا اظہار کیا تھا۔ تاریخی واقعات ان کے سامنے تھے کہ مکی دور کی سیاست و زمانے میں رسول اکرم ﷺ کی دعوت اسلامی وسیع سے وسیع تر ہوتی جارہی ہے۔ قریش کے تمام خاندانوں میں اس نے ایسے قدم جمالئے ہیں کہ ان کا جاہلی اتحاد پارہ پارہ اور قومی یک جہتی شکستہ تر ہوچکی ہے۔ پانچ سال کے عرصے میں اسلامی دعوت نے ملک عرب کے اندرون میں اور دور دراز کے علاقوں میں اپنے علم بردار و جاں نثار پیدا کر لئے ہیں اور اس سے زیادہ وہ عرب کے جزیرہ نما سے باہر ملک حبشہ میں بھی پھیل چکی ہے اور اس کے شاہ و حکمراں کو رام کر چکی ہے۔

آخر آخر مین یثرب کے دونوں عرب قبیلوں، اوس وخزرج کے اکابر وعوام کی تمام تر قوت دعوتِ اسلامی کی پشت پر کھڑی ہے۔ وہ بہ خوبی سمجھتے تھے کہ مکہ مکرمہ سے رسول اکرم ﷺ کا یثرب چلا جانا ان کے اقتدار و وقار دونوں کے لئے سخت خطرناک ثابت ہوگا۔ لہٰذا وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ اب ہجرت نبوی کو کسی طرح روکا جائے اور مکہ وقریش کا مد مقابل یثرب کو کسی طرح نہ بننے دیا جائے۔ ان کے انتہا پسندوں نے بہ ہر حال صلح جو اور معتدل بل کہ حامی طبقہ اکابر کے مشورے ورائے کے خلاف آپ کو قتل کرنے کا فیصلہ ہی کرلیا۔ تدبیر نبوی اور تقدیر الٰہی نے ان کی بساط مکر وفریب ان ہی کے منہ پر دے ماری، اور رسول اکرم ﷺ اور صحابہ مرکز اسلام میں پہنچ گئے۔ (۶۶)

ہجرت صحابہ اور ہجرت رسول ﷺ کے واقعات میں مکار اور متشدد اکابر قریش کی چالیں ملتی ہیں، وہیں ان کے معتدل اکابر کی بخشیں بھی ملتی ہیں۔ انتہا پسندوں کا واحد مقصود ہجرت کا روکنا اور صاحب ہجرت کو قتل کرنا تھا، تاکہ ان کے سماجی انتشار اور سیاسی اقتدار کا خطرہ مٹادیا جائے۔ صلح کل اور معتدل اکابر قریش ان سے اختلاف رکھتے تھے اور چاہتے تھے کہ محمد ﷺ اور ان کے اصحاب کو اپنی زندگی جینے کا موقع دیا جائے۔ صلہ رحمی، قرابت داری اور خاندانی تعلق خاطر کے مارے اکابر، ہم نوا بھی تھے اور مددگار بھی۔ مطعم بن عدی نوفلی اور ان کے فرزندوں نے حفاظت کا ذمہ لیا تھا۔ ایسے دوسرے اکابر شریف النفس بھی تھے اور اپنے عزیزوں کے مددگار بھی تھے۔ یہ سارا انتظام عصمت وحفاظت الٰہی کے تکوینی قانون کا ظاہر تھا اور رسول اکرم ﷺ نے ان شریف النفس لوگوں کے احسان کو یاد رکھا تھا اور صحابہ کرام نے بھی احسان شناسی کا ثبوت دیا تھا۔ (۶۷)

حواشی وحوالہ جات

۱۔ ابن اسحاق/ ابن ہشام۔ السیرہ النبویہ۔ مرتبہ حمدی بن محمد آل نوفل۔ مکتبہ المورد، قاہرہ ۲۰۰۶ء: ج ۱، ص ۱۶۸۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، طبع جدید دار احیاء التراث العربی، بیروت غیر مورخہ (چار مجلدات میں): ج ۱، ص ۹۶۔ بلاذری۔ انساب الاشراف۔ تحقیق: یوسف المرعشلی۔ المعہد الالمانی للابحاث الشرقیہ، موسسۃ الریان، بیروت ۲۰۰۸ء: ج ۱، ص ۲۸۱۔ سہیلی۔ الروض الانف۔ تعلیق۔ مجدی بن منصور بن سید الشوریٰ۔ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۲۰۰۹ء (چار مجلدات میں): ج ۲، ص ۴ ومابعد۔ شبلی۔ سیرۃ النبی۔ معارف پریس اعظم گڑھ ۱۹۸۳ء: ج ۱، ص ۲۰۹ ومابعد۔ کاندھلوی۔ سیرۃ المصطفیٰ۔ دار الکتب دیوبند غیر مورخہ: ج ۱، ص ۱۷۴ ومابعد۔ مودودی۔ سیرت سرور عالم۔ مرکزی مکتبہ اسلامی۔ دہلی ۱۹۸۹ء: ج ۲، ص ۴۹۳ ومابعد۔ داناپوری۔ اصح السیر۔ کتب خانہ نعیمیہ، دیوبند غیر مورخہ طبع جدید: ص ۲۸ وماقبل۔

۲۔ مودودی: ج ۲، ص ۵۱۵۔۵۱۶۔ کاندھلوی: ج ۱، ص ۲۰۲ نے اسلام کی علی الاعلان دعوت اور بت پرستی کی مذمت میں وجہ تلاش کی ہے۔ اور خود تفہیم القرآن میں مختلف مقامات پر مخالفت کا زمانہ بعد کا بتایا ہے۔ اس پر ایک تحقیقی بحث کی ضرورت ہے۔

۳۔ محمد حمید اللہ۔ محمد رسول اللہ۔ اردو ترجمہ نذیر حق۔ نقوش رسول نمبر ۱۹۸۲ء: ج ۲، ص ۵۵۱۔۵۵۲

۴۔ شبلی: ج ۶، ص ۲۱۱۔۲۲۰: مخالفت کے اسباب خمسہ میں سے تیسرا اور چوتھا سبب تاریخی واقعات اور اسلامی حقائق سے بالکل ثابت نہیں ہوتا۔ قریش نے یہ کبھی نہیں سمجھا کہ آپ ﷺ عیسائیت قائم کرنا چاہتے تھے اور نہ ہی بنو امیہ نے قبائلی رقابت سے اسلام کی مخالفت کی۔ موخر الذکر خیال مولانا کی فکر کا ترجمان ہے۔

۵۔ سورہ زخرف: ۳۱ وقالوا لولا انزل ھذا القرآن علیٰ رجل من القریتین عظیم ○ مودودیؒ نے اس سورۃ کا زمانہ سخت عناد نبوی کا قرار دیا ہے، جب آپ کی جان لینے کے درپے ہوگئے تھے۔ یہ تعیین وقت صحیح نہیں ہے، صرف فہم وذوق پر مبنی ہے۔ ابن کثیر دمشقی، تفسیر القرآن العظیم، تفسیر آیت کریمہ۔ دو قریوں سے ان کی مراد مکہ وطائف تھے، اگرچہ امام موصوف نے اس سورہ اور خاص کر اس آیت کریمہ کے شان نزول سے بحث نہیں کی تاہم وہ ابتدائی دور مخالفت کی سورہ لگتی ہے۔ ان کے مطابق رجل عظیم سے مراد روایت حضرت ابن عباسؓ کے مطابق ولید بن مغیرہ مخزومی اور مسعود بن عمرو ثقفی تھے۔ یہی مراد متعدد مفسرین کی ہے۔ دوسری روایت ولید بن مغیرہ اور عروہ بن مسعود ثقفی کو، تیسری روایت عمیر بن عمرو بن مسعود ثقفی اور عتبہ بن ربیعہ کو بتاتی ہے۔ حضرت مجاہد کی ایک اور روایت میں مکہ کے عتبہ بن ربیعہ اور طائف کے ابن عبد یالیل مراد تھے، اسدی نے ولید بن مغیرہ اور کنانہ بن عمرو بن عمیر ثقفی کو مراد لیا ہے۔ حافظ موصوف کا نتیجہ صحیح ہے کہ ان سب کی مراد کبیر سرداران مکہ وطائف تھے۔ سورہ زخرف اور اس کے زمانے کی تمام مکی سورتوں میں قریش کے اکابر اور دشمنان قوم کے مخالفت کرنے کا ذکر ضرور ہے، مگر قتل نبوی وغیرہ کا

خیال ملتا ہے نہ حوالہ، سخت عداوت کے زمانے میں بھی وہ مسلم کی جان کے درپے نہ ہوئے تھے۔ ان سورتوں کا تجزیہ الگ موضوع ہے۔

۶۔ غلام بنو عبدالمطلب سے مراد مروجہ معنی میں غلام و چاکر نہیں ہے۔ وہ سید، شیخ، عظیم اور کبیر جیسے الفاظ فروتر اظہار ہے۔ اکابر قریش کی نظر میں رسول اکرم ﷺ چالیس سال کے پختہ کار مرد اقدس ہونے کے باوجود ابھی جوان تھے اور جوانوں کے زمرے میں شامل۔ حدیث و سیرت میں ایسے تمام بے منصب و جاہ افراد قوم غلامان قریش و عرب میں شمار کیے جاتے تھے۔

۷۔ بلاذری: ج ۱، ص ۲۸۲: **استخفینا بالاسلام سنة، مانصلی الا فی بیت مغلق، اوشعب خال ینظر بعضنا لبعض.** بلاذری: ج ۱، ص ۲۷۶: **وکان اذا صلی فی سائر الیوم، بعد ذلك قعد علی او زید یرصدله**...... دوسرے مآخذ میں بھی قریشی نگرانی، تجسس، تعاقب اور پتہ لگانے کی جبلت کے واقعات واخبار ملتے ہیں۔ وہ ان کی جستجو کے بھی نتیجے تھے کہ کیا دین ہے اور کیا ہو رہا ہے؟ اعلان حق و تنزیل قرآن کے بعد ان کا تجسس فطری تھا جو حالات کے تحت تا کہ بندی میں بدلنے لگا۔

۸۔ بلاذری: ج ۱، ص ۲۸۲۔۲۸۳۔ ابن اسحاق/ ابن ہشام: ج ۱، ص ۱۶۷۔۱۶۸/ و مابعد: اول الذکر کا بیان ہے کہ ان اکابر قریش نے پتہ لگایا تھا جب کہ موخر الذکر کے بیان سے لگتا ہے کہ مشرک شیوخ کا نفر اچانک آ گیا تھا۔ جدید سیرت نگاروں نے اسی کو قبول کیا ہے۔

۹۔ بلاذری: ج ۱، ص ۲۸۴۔۲۸۵۔ اس روایت میں دو اہم نکات ہیں: ایک یہ کہ روایات سیرت میں سے وہ روایت زیادہ معتبر ہے جو یہ بتاتی ہے کہ آغاز نبوت سے دو وقت کی نمازیں فرض کی گئی تھیں: ایک نماز صبح اور دوسری نماز عصر۔ قرآن مجید میں بھی دن کے آغاز اور سورج کے غروب سے قبل نمازوں کا وقت مکی آیات میں بتایا گیا ہے: جیسے سورہ طٰہٰ: ۱۳۰۔ سورہ ق: ۳۹۔ دونوں سورتیں ابتدائی مکی دور کی ہیں۔ دوسرے اسی خفیہ زمانے میں قریشی اکابر مسلمانوں کے آمد و رفت اور حرکت پر نظر رکھتے تھے اور پیچھا کر کے پتہ لگاتے تھے۔

۱۰۔ بلاذری: ج ۱، ص ۲۸۳۔۲۸۴: ...... **وکان ابوه قد اخرجته قریش مکه**...... حضرت زید بن عمرو بن نفیل عدویؓ پر روایات سیرت میں بہت اختلاف بھی ہے اور ابہام بھی۔ ان پر ایک خاص تحقیقی مقالے کی ضرورت ہے۔ ابن اسحاق/ ابن ہشام: ج ۱، ص ۱۸۴۔۱۵۳: ان کے قریب ترین عزیز خطاب بن نفیل جو حضرت عمر فاروقؓ کے والد تھے حضرت زید کے چچا بھی تھے اور بھائی بھی اور وہ ان کے آبائی دین چھوڑنے پر عتاب کرتے تھے حتیٰ کہ ان کو بالائی مکہ کی طرف نکال دیا اور بدقماشوں کو ان کے پیچھے لگا دیا کہ مکے نہ آنے پائیں۔

۱۱۔ مآخذ میں خاص کر بلاذری میں اکابر قریش کے مسلمانوں کی تاک میں رہنے اور ان کے آثار قدم سے ان کے خفیہ مقامات عبادت کا پتہ لگانے کی متعدد روایات ملتی ہیں۔ اور تو اور رسول اکرم ﷺ کے حامی و مددگار جناب ابو طالب ہاشمی نے اسی طرح نمازیوں کا پتہ لگایا تھا۔ جس کا ذکر اوپر آتا ہے۔

۱۲۔ ابن اسحاق/ ابن ہشام: ج ۱، ص ۱۶۲: **ثم ان اباطالب عثر علیهما یوما وهما یصلیان**......اس روایت میں اور دوسری متعدد روایات میں یہ واضح طور سے کہا گیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے شروع سے اپنے دین کو اصل دین ابراہیم علیہ السلام کہا تھا اور اس کی تصدیق مزید مکی سورتوں سے ہوتی ہے۔ بلاذری: ج ۱، ص ۲۷۵۔ ۲۷۶ نے اسلام حضرت علیؓ کے باب میں یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت علیؓ رسول اکرم ﷺ کے پاس آتے تھے اور ابوطالب کے خوف کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے۔ ابوطالب نے ایک دن حضرت علیؓ کو گم پایا تو ان کی اہلیہ محترمہ حضرت فاطمہؓ بنت اسد ہاشمی نے ان سے کہا کہ میں نے اس کو محمد ﷺ کے ساتھ مستقل لگا ہوا پایا ہے اور مجھے خوف ہے کہ محمد ﷺ کی طرف سے آپ کو اپنے بیٹے کے بارے کوئی ایسی بات ملے جس کی تاب نہ لاسکیں۔ ابوطالب نے حضرت علیؓ کے اس اقدام کو جسارت پر محمول کیا اور پھر انہوں نے رسول اکرم ﷺ اور حضرت علیؓ کے اثر کا تعاقب کیا اور ان دونوں کو اس حال میں پایا کہ رسول اللہ ﷺ نماز عصر پڑھ رہے تھے اور حضرت علیؓ ان کی نگہ بانی کرر ہے تھے: **واتبع ابوطالب اثر النبی واثر علی فوجد هما، ورسول الله ﷺ یصلی العصر فی شعب ابی دب اوغیره وعلیؓ ینظر له**......

حضرت علیؓ کے قبول اسلام اور اس پر ان کے والدین کے ردعمل سے زیادہ دلچسپ قریشی ردعمل ہے۔ ابوطالب نے جب حضرت علیؓ کو رسول اکرم ﷺ کی پیروی کرنے کی اجازت دے دی تو ان کی اہلیہ نے حضرت علیؓ کے بارے میں خبر دی۔ ابوطالب نے ان کو تنبیہ کی کہ خاموش رہو اور اس بات کو دل سے بھلا دو۔ بلاشبہ وہ اپنے ابن عم کی حمایت و امداد کرنے کا زیادہ حق دار ہے۔ اگر میرا نفس دین عبدالمطلب کے ترک پر آمادہ ہو جاتا تو میں محمد ﷺ کی پیروی کرتا، کیوں کہ وہ حلیم، امین وطاہر ہیں۔ وہ تو خاموش ہو گئیں مگر یہ بات قریش تک جا پہنچی تو وہ ان کو شاق و ناگوار گزری۔ **وبلغ قریشا فراعهم وکبر علیهم**.

اخبار رسول اللہ ﷺ اور اسلامی دعوت کا عام ہونا ایک سماجی اور فطری معاملہ تھا۔ جب رسول اکرم ﷺ نے اپنی نبوت و رسالت کا اعلان کیا اگر چہ عام دعوت مخفی رکھی تو وہ واقعہ ہی ان اکابر کے لئے حیرت ناک تھا اور قریشی افراد کا مسلمان ہونا، نمازیں پڑھنا، گھروں سے غائب رہنا ان کے جستجو کے لئے کافی تھا۔

۱۳۔ بلاذری: ج ۱، ص ۲۸۶، ۲۸۸۔ جدید سیرت نگاروں میں سے بیش تر نے صرف ابن ہشام پر انحصار کیا ہے یا تفسیر سورہ لہب کے روایات پر۔ ابولہب ہاشمی کا قومی خدشات وخطرات کا اظہار محض عداوت پر مبنی نہیں تھا، وہ بڑی حد تک واقعی تھا کہ کار دعوت اسلامی پھیلنے پر قوم قریش کی مخالفت ضرور ہوگی۔ اور صرف ایک بطن قریش اس کا مقابلہ نہ کر سکے گا۔

۱۴۔ بلاذری: ج ۱، ص ۲۸۹۔ ۲۹۱: بلاذری نے بالترتیب عباس بن ہشام، ابن سعد اور محمد بن حاتم مروزی سے ان کو روایت کیا ہے۔ بخاری کتاب التفسیر، سورہ تبت **یدا ابی لهب**. اول الذکر حدیث میں اس کے نزول کا زمانہ آیت کریمہ نے **وانذر عشیرتك الاقربین**، کے نزول کے بعد قرار دیا ہے مگر اس میں

آیت کریمہ کے بعد ایک اور جملہ ہے: ورھطك منهم المخلصين جو حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کے مطابق حضرت اعمش سے ابو اسامہ کی روایت پر مبنی ہے۔ حافظ موصوف نے سورہ شعرا میں اس حدیث اور اس کے مباحث پر اپنی بحث کا یہاں حوالہ دیا ہے۔ فتح الباری: ج ۸، ص ۶۳۷ میں یہ اضافہ ہے کہ امام طبری نے اس منسوخ آیت کو موصول روایت کر کے یہ تاثر دیا ہے کہ آپ یا وہ اسی طرح پڑھتے تھے۔ حافظ ابن حجرؒ نے حسب عادت اس کے نزول کو عام و خاص بنا کر تاویل کی ہے مگر اس سے قبل شرح مسلم میں امام نوویؒ کے تعقب کا ذکر کیا ہے کہ امام بخاریؒ نے اس کی تخریج ہی نہ کی تھی۔

۱۵۔ بخاری/ فتح الباری: ج ۸، ص ۶۳۶ ومابعد ورھطك منهم المخلصين کے دوسری بار نازل ہونے سے بحث کی ہے جو امام قرطبیؒ کے مطابق بعد میں منسوخ التلاوۃ ہوگئی۔ حافظ موصوف نے مختلف اصحاب وخواتین سے خطاب نبوی پر بحث کی ہے جو بہت اہم اور دل چسپ ہے۔ بحث حافظ میں واقدی، ابن اسحاق، طبری اور بیہقی کی روایات کے واسطے سے صراحت کی ہے کہ اولاً یہ دعوت نبوی صرف بنو ہاشم و بنو مطلب کے لئے تھی اور ان کے چالیس سے اوپر یا کم مردان کا رمخاطب تھے اور ان اعمام نبوی ابوطالب، حمزہ، عباس اور ابولہب بھی تھے۔

۱۶۔ فتح الباری: ج ۸، ص ۶۳۶ - ۶۳۹: حافظ موصوف نے قصے کے صرف دوبار واقع ہونے کی صراحت کی ہے۔ هذه القصة وقعت مرتين. حال آں کہ ازواج مطہرات میں سے بعض کے حوالے پر ان کا خیال ہے کہ وہ مدینے کا واقعہ ہے جیسا کہ طبرانی میں ہے۔ اصل معاملہ یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ بار بار دعوت عام دیتے تھے۔ آیت سورہ شعرا کا حوالہ نزول کے حوالے سے آتا ہے، حال آں کہ وہ تلاوت نبوی کا معاملہ ہے۔ ایک اور روایت نقل کی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ان کو کھانے کی دعوت پر بلایا تھا جس میں بکری کے گوشت کی ثرید اور دودھ پیش کیا گیا۔ سب نے خوب سیر ہو کر کھایا اور پیا اور پھر بھی کھانا بچا رہا۔ یہ پورا واقعہ بنو عبد مناف کے دعوت دینے کا ہے، جیسے قوم قریش کا خطاب بنایا گیا ہے۔

۱۷۔ شبلی: ج ۱، ص ۲۱۰ - ۲۱۱ نے معشر قریش کو کوہ صفا سے دعوت دینے کا واقعہ پہلے بیان کیا ہے اور بنو عبدالمطلب کو دعوت خاص دینے کا واقعہ بعد میں اور اسے کوہ صفا کے چند روز بعد کا واقعہ بتایا ہے۔ اس طرح وہ توقیت تاریخی کا مسئلہ ہے کہ رشتے داروں کو دعوت پہلے دی گئی تھی یا قوم قریش سے خطاب پہلے کیا گیا تھا۔ کاندھلوی: ج ۱، ص ۱۷۲ - ۱۷۳ کئی آیات کریمہ نقل کر کے کوہ صفا سے خطبہ نبوی کا مختصر ذکر بخاری سے کیا ہے۔ انہوں نے بھی شبلی کی مانند دعوت اسلام اور دعوت طعام کی سرخی کے تحت اولاد مطلب سے خطاب نبوی کو ابن اسحاق، بیہقی اور ابونعیم کے نام سے مگر سیوطی کی الخصائص الکبریٰ: ج ۱، ص ۱۲۳ سے نقل کیا ہے۔ ان کی بحث میں صرف ابولہب کی مخالفت کا ذکر ہے۔ وہ شبلی کے بیان کی ترتیب کے مطابق ہے اور چند مآخذ کا حوالہ صرف پیوند نقل ہے۔

دانا پوری: ص ۲۸۔ وہ سورہ انبیا: ۹۸ ہے: اصل آیت کریمہ ہے: انكم وما تعبدون من دون الله

حصب جھنم معلوم نہیں کہ انتہر کا اضافہ ناسخ مولف ہے کہ حرکت کاتب۔ بہ ہر حال مولف گرامی کی توقیت تعذیب بالکل صحیح نہیں ہے کہ امام بخاری اور مفسرین کرام کے مطابق سورہ انبیا، بنو اسرائیل، کہف اور مریم اور طٰہٰ یکے بعد دیگرے اتری تھیں اور موخر الذکر دونوں تو ہجرت حبشہ سے قبل کی ہیں، مریم کی تلاوت حضرت جعفرؓ نے دربار نجاشی میں کی تھی اور طٰہٰ کی حضرت عمرؓ کے اسلام لانے پر۔ بخاری/ فتح الباری: ج ۸، ص ۵۵۲ ومابعد، ابن کثیر تفسیر سورہ انبیا۔

۱۸۔ ابن اسحاق/ ابن ہشام: ج ۱، ص ۱۶۸۔۱۷۰: ابن اسحاق اور ابن ہشام اور دوسرے کئی مآخذ یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ بنو عبد مناف میں بنو امیہ اور بنو نوفل نے بنو ہاشم و بنو مطلب کو چھوڑ دیا تھا اور مخالفت حق پر اتر آئے تھے لیکن یہ جزوی طور سے صحیح ہو سکتا ہے۔ بنو ہاشم و بنو مطلب نے یک جہت ہو کر آپ کی حمایت کی تھی اور دوسرے دونوں خاندان الگ رہے تاہم وہ مخالف نہیں بنے تھے جیسا کہ جوار مطعم سے معلوم ہوتا ہے۔

۱۹۔ بلاذری: ج ۱، ص ۲۹۶۔۳۶۰۔ اصل مفصل بحث میں بعض دوسرے اکابر کا بھی نام ہے اور ان کی مخالفت وعناد کی نوعیت کا بھی، ان میں شامل ہیں: ھبیرہ بن وہب مخزومی، رکانہ بن عبد یزید مطلبی، مالک بن الطلاطلہ، حارث بن عامر نوفلی، طعیمہ بن عدی نوفلی، زہیر بن ابی امیہ، عبداللہ بن ابی امیہ۔ ابن سعد: ج ۱، ص ۹۶۔۹۷۔ محمد بن حبیب بغدادی، کتاب المحبر: ص ۱۵۷۔۱۶۱

۲۰۔ ابن اسحاق/ ابن ہشام: ج ۱، ص ۱۷۱ اور دوسرے صفحات۔ ابن سعد: ج ۱، ص ۹۸ ومابعد۔ بلاذری: ج ۱، ص ۳۰۰۔۳۰۳۔ بخاری حدیث: ۳۸۵۴۔ فتح الباری: ج ۷، ص ۲۰۷، ۲۰۷ وغیرہ

۲۱۔ بخاری/ فتح الباری: ج ۷، ص ۲۰۸/ احادیث بخاری ۳۸۵۴۔۳۸۵۶ مع اطراف کثیرہ۔ جن اکابر قریش کی تحریک وتعذیب نبوی کے باب میں نام گنائے ہیں وہ تھے: ابوجہل، عتبہ بن ربیعہ، امیہ بن خلف یا اس کا بھائی ابی بن خلف خاص ہیں۔ ان کے علاوہ دوسرے تھے۔ بحث حافظ میں دوسرے اکابر کے کرتوتوں کا ذکر بھی ہے۔ عام حمایت ابوطالب اور بنو ہاشم و بنو مطلب کی خاندانی مدافعت کے باوجود رسول اکرم ﷺ کی حفاظت کے لئے ان دونوں خاندانوں اور ان کے اکابر خاص کر ابوطالب کا محافظت نبوی کے لئے آگے آنا خاصا پریشان اور سنجیدہ مسئلہ ہے۔

۲۲۔ ابن اسحاق/ ابن ہشام: ج ۱، ص ۱۷۸: **ثم ان قریشا تذامروا بینھم علی من فی القبائل منھم من اصحاب رسول اللہ ﷺ الذین اسلموا معہ فوثبت کل قبیلۃ علی من فیھم من المسلمین الخ.** بلاذری: ج ۱، ص ۳۶۰ ومابعد۔ ج ۱، ص ۴۳۹۔۴۴۰ میں حضرت لبیہ بنو المومل کی جاریہ کو حضرت عمرؓ اسلام لانے سے قبل مار مار کر بے ہوش کر دیتے تھے اور پھر حضرت زنیرہؓ پر عذاب ڈھاتے تھے۔ حدیث بخاری: ۳۸۶۲ میں حضرت سعید بن زید عدوی کے رسی سے باندھنے کا ذکر ہے: **وان عمر لموثقی علی الاسلام قبل ان یسلم**

حضرات ابوبکرؓ وطلحہؓ دونوں خاندان بنوتمیم کے تھے جو خاصا کم زور بطن قریش تھا اور اپنے مسلموں کی مدافعت نہیں کرسکتا تھا۔ ابن العدویہ اسدی خاندان کا تھا اور دونوں صحابہ کو سزا دیتا تھا اور بنوتمیم کچھ کرنے سے قاصر تھے۔ ان دنوں صحابہ کرام کو ایک رسی میں باندھنے کے سبب القرینین (رفیق وشریک) بھی کہا جاتا کہ دور مظالم میں کرب وبلا کے ساتھی تھے۔

۲۳۔ بلاذری: ج ۱، ص ۴۱۸ ومابعد: حضرت بلالؓ کو امیہ بن خلف سزا دینے کے لئے گلے میں رسی باندھ دیتا اور بچوں کو حکم دیتا کہ ان کو گھسیٹتے پھریں: **ویضع امیه فی عنقه حبلا ویامرون الصبیان فیجرونه**..... نیز: ج ۱، ص ۴۱۹، ۴۳۸۔ حضرت زید بن عمر بن نفیل عدویؓ پر مظالم کرنے والے رشتے داروں نے اسی طرح اوباشوں اور شریروں کو استعمال کیا تھا، ابن اسحاق/ ابن ہشام: ج ۱، ص ۱۵۲: **ووکل به الخطاب شبابا من شباب قریش وسفهاء من سفهاء**

۲۴۔ ابن اسحاق/ ابن ہشام: ج ۱، ص ۲۰۱ ومابعد۔ بلاذری: ج ۱، ص ۴۴۱ وغیرہ۔ بخاری/ فتح الباری: ج ۷، ص ۲۰۷ ومابعد: **باب مالقی النبی ﷺ واصحابه من المشرکین بمکة**

۲۵۔ ابن اسحاق/ ابن ہشام: ج ۱، ص ۱۸۶ اومابعد: ابوسفیان بن حرب اموی کے کسی ظلم وستم کا ذکر نہیں ملتا۔ اس کے برخلاف مآخذ میں ان کے حسن سلوک کے متعدد واقعات ملتے ہیں جو مکی دور اور مدنی دور دونوں سے متعلق ہیں۔ بلاذری: ج ۱، ص ۳۲۵ ومابعد

۲۶۔ ابن اسحاق: ج ۱، ص ۱۷۹، ۱۸۵۔ ۱۸۶/ ومابعد نے عتبہ بن ربیعہ کے خطاب قریش کے چند جملے بھی نقل کئے ہیں:

یا معشر قریش! اطیعونی واجعلوهابی، وخلوا بین هذا الرجل وبین ماهو فیه، فاعتزلوه. فوالله لیکونن لقوله الذی سمعت منه نبأ عظیم. فان تصبه العرب فقد کفیتموه بغیرکم، وان یظهر علی العرب فملکه ملککم، وعزه عزکم، وکنتم اسعد الناس به قال: هذا رالیٰ فیه، فاصنعوا مابدالکم. اس کی اسناد منقطع ہے لیکن امام حاکم نے صحیح سند سے اسے روایت کیا ہے۔

۲۷۔ بلاذری: ج ۱، ص ۳۴۱ ومابعد۔ ابن اسحاق/ ابن ہشام، طبری وغیرہ مذکورہ بالا دوسرے واقعات ملاطفت ومدارات میں ان اکابر کے منصفانہ رویے اور معتدل ردعمل کی تفصیلات آگے آتی ہیں۔

۲۸۔ بخاری/ فتح الباری: ج ۷، ص ۲۳۵۔ ۲۴۰ ومابعد۔ بلاذری: ج ۱، ص ۲۴۲، ۲۴۵ نیز فہرست مہاجرین حبشہ۔ ابن اسحاق/ ابن ہشام: ج ۱، ص ۲۰۴: **وانه لایقدر علیٰ ان یمنعهم مماهم فیه من البلاد** عام طور سے سیرت نگاروں نے اس بے بسی کی نسبت رسول اکرم ﷺ کی طرف کی ہے۔ سیرت ابن اسحاق اردو ترجمہ نور الٰہی ایڈوکیٹ، نقوش رسول نمبر ۱۹۸۵ء، ۱۱/ ۱۹۱ میں رقت عمری کا ذکر ہے۔

۲۹۔ بلاذری: ج ۱، ص ۳۲۵ ومابعد

بخاری/فتح الباری: ج ۴، ص ۶۰۴۔۶۰۵: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف زہریؓ کی حدیث بخاری: ۲۳۰۱ میں یہ بیان ہے۔ **کاتبت امیه بن خلف کتابا بان یحفظنی فی صاغیتی بمکه واحفظه فی صاغیته بالمدینه.** اسے تقریر نبوی بھی حاصل تھی۔ بحث کے لئے، کتاب خاک سار، مکی اسوہ نبوی، کراچی طباعت، ۱۷۸/۱ وما بعد۔ نیز فتح الباری، بحث حافظ ابن حجرؒ۔ طبری: ج ۲، ص ۴۵۱ میں حضرت عبدالرحمٰنؓ کا ایک اور بیان ہے کہ مکے میں امیہ بن خلف میرا دوست تھا: **کان امیه بن خلف لی صدیقا بمکة.** بلاذری قاہرہ طباعت: ج ۱، ص ۱۹۱۔

۳۰۔ ابن اسحاق/ابن ہشام: ج ۱، ص ۲۱۴ نے عبداللہ بن ابی ربیعہ کا جملہ نقل کیا ہے: **لاتفعل، فان لهم ارحاما، وان کانوا قد خالفونا.** حضرت عمرو بن العاص سہمی دراصل مسلم مہاجرین کے حضرت عیسیٰ کے بارے میں عقیدے کو حربہ سفارت بنانا چاہتے تھے۔ بلاذری: ج ۱، ص ۳۲۵۔۳۲۶۔ طبری: ج ۲، ص ۴۵۱: **کان امیه بن خلف لی صدیقا بمکة.** مآخذ سیرت کے بیانات کی تصدیق بخاری وغیرہ سے بھی ہوتی ہے۔ بخاری/فتح الباری، کتاب الوکالہ، **باب اذا وکل المسلم حربیا الخ**: ج ۴، ص ۶۰۴۔۶۰۵ نیز مکی اسوہ نبوی ۱۷۸۔ صحیفہ مقاطعہ کے حوالے سے ان کا ذکر آگے آرہا ہے۔

۳۱۔ بلاذری: ج ۱، ص ۵۲۸۔۵۲۹ وما بعد۔ مفصل بحث کے لئے مقالہ خاک سار۔ عہد نبوی میں سماجی تحفظ کا نظام۔ تحقیقات اسلامی، علی گڑھ اکتوبر، دسمبر ۲۰۰۲ء

۳۲۔ مذکورہ بالا مآخذ۔ ابن اسحاق/ابن ہشام بہ حوالہ سہیلی، الروض الانف: ج ۲، ص ۱۵۸: ابوطالب نے اپنے بھانجے ابوسلمہ مخزومی کو جوار دی تھی، جس پر متشدد اکابر نے شکوہ کیا۔ ابولہب جیسے دشمن نبی ﷺ کو غیرت آگئی اور اس نے ان کو دھمکایا کہ بس، بہت ہوگیا۔ تم سب اس شیخ پر بہت زیادتی کرتے رہے۔ اب باز آجاؤ ورنہ میں اپنے بھائی کا تمام معاملات میں ساتھ دوں گا۔ یہ پورا بیان نقل کے قابل ہے۔ **فقام ابولهب فقال: یامعشر قریش! واللّٰه لقداکثرتم علی هذا الشیخ، ماتزالون تتواثبون علیه فی جواره من بین قومه واللّٰه لتنتهن عنه اولنقومن معه فی کل ماقام فیه حتیٰ یبلغ ما اراد......** اور قریشی اکابر نے اسپر ڈال دی تھی کہ وہ ابولہب کی حمایت سے بھی ہاتھ دھوبیٹھیں گے۔

۳۳۔ ابن اسحاق: ج ۲، ص ۳۔۵۔ ابن سعد: ج ۱، ص ۱۰۰۔۱۰۱۔ بلاذری: ج ۱، ص ۵۴۲ وما بعد

۳۴۔ ابن اسحاق/ابن ہشام: ج ۲، ص ۱۸۔۲۰: ابوطالب کا ایک قصیدہ ان اکابر قریش کی مدح میں منقول ہے۔ ابن سعد مذکورہ بالا نے اصل واقعہ واقدی کی روایت پر بیان کیا ہے جو ابن اسحاق کی روایت کا اختصار لگتا ہے۔ بلاذری: ج ۱، ص ۵۴۵۔۵۴۸ نے بھی واقدی کی روایت کو بنیاد بنایا ہے اور کلبی کی روایت سے اس میں اضافہ کیا ہے۔ **قال زمعة بن الاسود...... مارضینا کتابتها حیث کتبت، قال ابوالبختری: صدق زمعة، لانرضی ماکتب فیها ولانقربه، قال المطعم بن عدی: صدقتهما وکذب من قال غیر ذلك، نبرأ الی الله منها ومماکتب فیها، قال هشام بن**

عمرو نحوا من ذلك ...... ابن اسحاق نے ایک دل چسپ بات یہ کہی ہے کہ ان اکابر قریش کی تقریروں کے وقت ابو طالب مسجد میں موجود تھے۔

۳۵۔ ابن اسحاق: ج ۲، ص ۱۶۔ ۲۰۔ ابن سعد: ج ۱، ص ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ بلاذری: ج ۱، ص ۵۴۵، ۵۴۸۔ سب کی روایات میں پانچ اکابر قریش کے اسماء اور کارنامے مذکور ہیں۔

۳۶۔ ابن اسحاق/ ابن ہشام: ج ۲، ص ۴۔ ۵، کا بیان ہے کہ صلہ رحمی کرنے والے قریشی رات کی تاریکی میں خفیہ طور سے امداد کرتے، وہ سامان رسد سے لدے ہوئے اونٹ وادی میں ہانک دیتے تھے۔
حضرت حکیم بن حزام اسدی نے اپنے غلام کے کاندھے پر گیہوں کی بوری اپنی پھوپھی حضرت خدیجہؓ کے لئے بھیجی تھی۔ ابو جہل مخزومی نے ایسا کرنے سے روکا اور تشدد بھی کرنا چاہا لیکن ابوالبختری ہشام بن عاص نے حضرت حکیم کی حمایت کی اور ابو جہل نے جب اس پر بھی روک تھام کی تو اس کو اونٹ کی ہڈی سے مار کر زخمی کر دیا اور پھر خوب خوب اس کی کٹائی کی۔
دو اکابر قریش کی باہمی مار پیٹ اور جھگڑے پر یہ تبصرہ بہت دل چسپ ہے کہ حضرت حمزہؓ اسے دیکھ رہے تھے اور جھگڑنے والوں کو یہ فکر ستا رہی تھی کہ قریش کو جب یہ خبر ملے گی تو خاصا انتشار برپا ہوگا، لہٰذا وہ اسے جلدی سے ٹال گئے۔

۳۷۔ فرقان: ۵، ۶۔ قلم: ۱۵۔ جاثیہ: ۷، ۸

۳۸۔ ابن اسحاق/ ابن ہشام: ج ۲، ص ۷، ۹۔ آیات کریمہ ہیں: **وقالوا اساطیر الاولین اکتتبھا فھی تملی علیه**...... فرقان: ۵۔ **واذا تتلٰی علیه آیتنا قال اساطیر الاولین.** قلم: ۱۰۔ **یسمع آیت اللّٰه تتلٰی علیه ثم یصر مستکبرا کان لم یسمعھا**...... جاثیہ: ۷، ۸۔ **انکم وما تعبدون من دون اللّٰه حصب جھنم انتم لھا واردونO** الانبیا: ۹۸، ۱۰۰۔ **ولما ضرب ابن مریم مثلا اذا قومك منه یصدونO** زخرف: ۵۷۔ **ان ھو الا عبد انعمنا علیه وجعلناہ مثلا لبنی اسرائیل**...... زخرف: ۵۹، ۶۱

۳۹۔ ابن اسحاق/ ابن ہشام: ج ۱، ص ۱۸۵، ۱۸۶

۴۰۔ ابن اسحاق/ ابن ہشام: ج ۲، ص ۹، ۱۰ و مابعد

۴۱۔ ابن اسحاق/ ابن ہشام: ج ۱، ص ۱۸۶، ۱۹۹: امام سیرت اس فصل میں امام و مفسر قرآن نظر آتے ہیں اور ان کی تفسیر و تشریح بہت عظیم جہات رکھتی ہے اور اس پر خاص کر سیرت ابن اسحاق/ ابن ہشام میں مذکور آیات قرآنی کی تفسیر و تاویل ایک عظیم مطالعہ بن سکتا ہے۔

۴۲۔ ابن اسحاق/ ابن ہشام: ج ۲، ص ۱۰ و مابعد

۴۳۔ ابن اسحاق/ ابن ہشام: ج ۲، ص ۹، ۱۰/ روا قعہ ابی بن خلف جمحی اور عقبہ بن ابی معیط اموی کے لئے۔ مذکورہ بالا: ج ۱، ص ۱۹۹، ۲۰۰/ ابو سفیان بن حرب اموی، اخنس بن شریق ثقفی اور ابو جہل بن ہشام مخزومی کی

قرأت نبوی کو تین مسلسل راتوں میں سننے کے لئے۔ اس واقعے میں سب سے اہم یہ نکتہ ہے کہ تینوں اچانک مل گئے تو ایک دوسرے کو ملامت کی اور دوبارہ نہ سننے کا عہد کیا۔ مگر پھر دوسری اور تیسری راتوں کو سنا پھر ملامت باہمی کی اور یہی معاملہ تیسری رات بھی رہا۔ آخر تینوں نے رسول اکرم ﷺ اور آپ کی دعوت پر بحث کی۔ ابوسفیان اموی کا تاثر تھا کہ میں نے جو کچھ سنا، اس میں سے کچھ چیزوں کو سمجھا اور ان کی مراد بھی پالی اور بعض چیزوں کو نہ پہچان سکا اور نہ ان کے معنی و مراد سمجھ سکا۔ اخنس بن شریق نے ان سے اتفاق کیا۔ ابوجہل مخزومی کا جواب اس کی خاندانی نخوت و مسابقت پر مبنی تھا۔ اس نے رسول اکرم ﷺ کے دہن مبارک سے کلام الٰہی سننے کے بارے میں ثقفی سوال کے جواب میں کہا کہ ہم نے اور بنوعبد مناف نے شرف میں تنازع و مقابلہ کیا۔ انہوں نے کھانا کھلایا تو ہم نے بھی کھلایا، انہوں نے سواری فراہم کی تو ہم نے بھی کی، انہوں نے عطاو بخشش کی تو ہم نے بھی، یہاں تک کہ ہم جب برابر دوڑنے لگے اور مقابلے کے دوشہ سواروں کی مانند ہو گئے تو بنوعبد مناف نے کہا کہ ہم میں ایک نبی ہے جس کے پاس وحی آسمان سے آتی ہے۔ اس جیسی چیز ہم کہاں سے لائے؟ لہٰذا ہم ان پر کبھی ایمان نہ لائیں گے اور نہ ان کی تصدیق کریں گے۔

۴۴۔ ابن اسحاق/ابن ہشام: ج ۱ ص ۳۱۲-۳۱۷ اور مابعد

قرآن مجید کی متعدد مکی سورتوں میں رسول اکرم ﷺ کے شاعر، ساحر و سحر زدہ، کاہن اور مجنون وغیرہ ہونے کی تردید کی گئی ہے، اور اکابر و عوام سب کو غور و فکر کی دعوت بھی دی گئی ہیں کہ ان کے تمام الزامات غلط ہیں اگر وہ ایماندارانہ تجزیے سے کام لیں۔

۴۵۔ مآخذ اور ان پر مبنی جدید نگارشات کا حوالہ بحث کے شروع میں آچکا ہے۔ وہ دراصل ان کی غلو آمیز فطرت کے تقاضے پر مبنی ہے۔ ان کے بعض غلط رجحانات اور فکری خیالات بھی اس کے ذمے دار ہیں، مثلاً شبلی کے فکر و خیال میں بنو ہاشم و بنو امیہ کی قبائلی اور خاندانی رقابت کا نظریہ عقیدے کی طرح پیوست تھا لہٰذا وہ بنوامیہ کی اسلام دشمنی اور ان کے اکابر کی عداوت ہی کا نقشہ کھینچتے ہیں۔ دوسری طرف وہ بنو ہاشم کی طرف داری میں اتنی دور تک چلے جاتے ہیں کہ واقعات و حقائق کا انکار نہیں کرتے تو چشم پوشی ضرور کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو: شبلی: ج ۱ ص ۱۷۶...... عبدالمطلب کی موت نے بنو ہاشم کے رتبہ امتیاز کو دفعتاً گھٹا دیا اور یہ پہلا دن تھا کہ دنیوی اقتدار کے لحاظ سے بنوامیہ کا خاندان بنو ہاشم پر غالب آ گیا۔ عبدالمطلب کی مسند ریاست پر اب حرب متمکن ہوا جو امیہ کا نامور فرزند تھا۔ نیز ۱/۲۱۴، ۲۱۶: آں حضرت ﷺ کی نبوت کو خاندان بنوامیہ اپنے رقیب کی فتح خیال کرتا تھا۔ سب سے زیادہ اسی قبیلے نے مخالفت کی۔

۴۶۔ مکی اکابر، اشرافیہ اور عوام و خواص کے مزاج میں سختی تھی۔ جغرافیائی اسباب کے علاوہ اس کے سیاسی و سماجی اسباب بھی تھے، یہ ایک طویل اور مدلل تحقیق کا موضوع ہے۔ ان کے اپنے معیار شرافت اور معراج نخوت سے کوئی فروتر رویہ کم زوری پر مبنی نظر آتا تھا۔ وہ رحمت عالم بل کہ رحمۃ للعالمین ﷺ کے نرم مزاج اور اس سے نرم تر سرشت کو ان ہی اسباب و خیالات کے سمجھنے سے قاصر تھے۔ ان کے نزدیک توازن کے اپنے

معتدل اکابر جیسے عروہ بن مسعود ثقفی، عتبہ بن ربیعہ اور ابوسفیان بن حرب وغیرہ بھی قومی افتخار وقبائلی صلاحیت سے عاری یا کم بہرہ تھے اور وہ ان کی صلہ رحمی، عزیز داری اور محبت وشرافت کو قابل نقد ونفرت سمجھتے تھے۔ عقبہ بن ابی معیط اموی جیسے جانی دشمن اور امیہ بن خلف جمحی جیسے مخالف اسلام کے بعض اوقات شریفانہ برتاؤ سے بھڑک جاتے تھے۔ ان دونوں سخت ترین دشمنوں کی صرف مجلس نبوی میں ساعت اور گھر میں دعوت طعام بھی ان کو کھل گئی تھی اور وہ سخت جزبز ہوئے تھے۔ مردان قریش کی مزاجی سختی اور انصار کے مردوں کی نرمی اور نرم مزاجی کا ایک خوب صورت بیان عورتوں سے ان کے برتاؤں کے ضمن میں آتا ہے۔
ملاحظہ ہو: بخاری/ فتح الباری: ج ۵، ص ۲۵۰-۲۵۳ وغیرہ۔ بحث کے لئے کتاب خاک سار عہد نبوی کا تمدن اور رسول اکرم ﷺ اور خواتین۔ ایک سماجی مطالعہ، دہلی ۲۰۰۶ء، متعلقہ ابواب۔

۴۷۔ رسول اکرم ﷺ نے بالکل ابتدائی دور میں ہی اپنے چچا ابوطالب ہاشمی سے اپنے دین کو ان کے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا صحیح دین کہا تھا اور پھر بار بار بلکہ پورے مکی دور میں اسے دین ابراہیمی کی اصل قرار دیا اور قرآن مجید نے اس کی بہت تصدیق کی۔ اصل دین ابراہیمی کو لوٹنے کی دعوت محمدی نے قریشی مخالفین کے ساتھ یہودی وعیسائی ناقدین کا منہ بند کر دیا تھا۔ وہ لاچار ہو گئے تھے۔ یہ ایک عمدہ تحقیق ہو سکتی ہے جو سیرت نبوی اور دعوت اسلامی کی مضبوط جڑوں کا سراغ لگانے کے علاوہ دوسرے حقائق سامنے لا سکتی ہے۔

۴۸۔ قرآن مجید کی تمام مکی سورتوں میں اصل دین ابراہیمی اور حقیقی ملت حنیفی کا بیان انبیا کرام اور اعمال وافکار کے حوالے سے آتا ہے، اور دوسری طرف بہت سی آیات میں قریشی خرافات اور عربی انحرافات کا ذکر کر کے ان کو اصل دین وملت ابراہیمی کا مخالف بتایا جاتا ہے۔ یہ بھی ایک اہم باب تحقیق ہے جو سیرت نبوی کی خفتہ جہات کو جگا دے گا۔

۴۹۔ ملاحظہ ہو ابن اسحاق/ ابن ہشام: ج ۱، ص ۱۶۲: **فقال (ابوطالب) لرسول اللّٰہ : یا ابن اخی! ماھذا الدین الذی اراك تدین به؟ قال : ای عم، ھذا دین اللّٰه، ودین ملائکته ودین رسله ودین انبیا ابراھیم ......**
ابوطالب سے متشددین اکابر قوم نے اپنے ایک وفد میں شکوہ کیا تھا: **یا اباطالب! ان ابن اخیك قد سب آلھتنا، وعاب دیننا، وسفه احلامنا، وضلل آباء نا.** اور اس شکوے کی تکرار بار بار ملتی ہے۔
ابن اسحاق: ج ۱، ص ۱۶۹/ ومابعد

۵۰۔ قریشی طبقات اکابر کا تذکرہ اصل بحث میں بہت تفصیل سے آچکا ہے۔ اور ان کے متعدد مآخذ ومصادر سے اس کو مدلل کیا جا چکا ہے۔ یہاں یہ نکتہ ابھارنا موزوں لگتا ہے کہ مخالفت اور عداوت کی ایک سرشت ہوتی ہے اور فسادیوں اور فتنہ پردازوں کی ایک سیاست۔ اور وہ یہ ہے کہ جاہل اور ناسمجھ افراد اور طبقات خاص کر کم فہم بچوں اور لڑکوں کو اور ان سے زیادہ اوباشوں کو ان کی فطری کجی کے سبب اشخاص وافکار کے خلاف

لگا دیتے ہیں۔ مآخذ میں ایسے سفیہان قریش وثقیف وغیرہ کا ذکر ملتا ہے اور ان کے لئے جاہل عرب (جہلۃ العرب/جہلۃ قریش) کا بھی، سیرت نبوی میں ایک تحقیق کا یہ بھی باب ہوسکتا ہے۔

۵۱۔ چند اکابر فساد اور فتنہ اپنی مفسدانہ حرکتوں سے ایک عمومی مخالفت اور عام عداوت کا ماحول کیسے بناتے ہیں؟ اس کا ایک نمونہ سیرت نبوی میں قدم قدم پر ملتا ہے۔ وہ تاریخ انبیا وتہذیب اسلامی کا بھی ایک اہم باب ہے۔ قومی عصبیت، ملکی مفاد، وطنی محبت اور خاندانی حمایت وغیرہ کے نعروں کے ذریعے عوامی مخالفت کا ماحول بنایا جاتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ اور اسلامی دعوت کے خلاف انتہا پسند اکابر قریش نے ایسا ہی عوامی رویہ بنا دیا تھا، جس میں کوئی سچ سننے اور سمجھنے کے لئے تیار نہ ہوتا تھا۔ اکابر قریش میں سے متعدد کا یہ کام رہ گیا تھا کہ وہ مکہ میں ہر آنے جانے والے کو شروع ہی سے رسول اکرم ﷺ اور دین سے برگشتہ کردیں۔ ان کے کان ایسے بھرے جاتے کہ قرآنی الفاظ میں ان ٹھیٹ پڑ جاتے اور قلوب پر قفل چڑھ جاتے، لیکن ان کی اسی عام مخالفانہ مہم نے صاحبان عقل وبصیرت کو سننے سمجھنے پر مجبور کیا تھا۔ حضرت طفیل بن عمرو، عفیف کندی، حارث بن عبدالعزیٰ اور دوسرے قبائل بدوی کے اکابر نے اسی طرح اسلام ودین سمجھا تھا۔ ابن اسحاق/ ابن ہشام: ج ۲، ص ۲۰، ۲۱۔ **وجعلت قریش یحذرونہ الناس ومن قدم علیھم من العرب** الخ ومابعد

۵۲۔ بخاری: باب اسلام عمر بن الخطاب

ابن اسحاق/ ابن ہشام: ج ۱، ص ۱۸۴ ومابعد اسلام حمزہ وعمر بالترتیب۔

۵۳۔ مقالے کی بحث اور اس کے مآخذ ومصادر

۵۴۔ ابن اسحاق/ ابن ہشام: ج ۲، ص ۱۲، ۱۶ ومابعد نیز: ج ۲، ص ۴۴ ومابعد

۵۵۔ صحیفہ مقاطعے کے منسوخ کرنے والے اکابر قریش نے اس کے لکھے جانے اور مقاطعے کئے جانے کے خلاف ہونے کا واضح کیا تھا۔ شریف الطبع اکابر کی خاموشی دراصل تشدد پسندوں کے عوامی غلبے کی وجہ سے تھی اور یہ ہر سماج میں ہوتا ہے کہ مٹھی بھر فسادی پوری قوم کو یرغمال بنا لیتے ہیں۔

۵۶۔ عتبہ بن ربیعہ عبشمی کا تجزیہ اخلاص اوپر گزر چکا اور اسی طرح ولید بن مغیرہ مخزومی کا دعوت اسلامی پر ردعمل بھی مذکور ہو چکا۔ اول الذکر شیخ قریش پر ایک خاص تحقیقی مقالے کی ضرورت ہے۔

۵۷۔ بنو عبد مناف کی دعوت نبوی میں اور دوسرے مواقع پر رسول اکرم ﷺ نے غلبہ اسلام اور فرماں روائی عرب کا ذکر کیا تھا۔ ملاحظہ ہو خطبات نبوی:

عرض رسول اللہ ﷺ نفسہ علی القبائل کے باب مآخذ میں کئی اکابر عرب نے اسی عالمی اقتدار نبوی کا حوالہ دیا تھا: بلاذری: ج ۱، ص ۱۵۵ ومابعد۔ ابن اسحاق/ ابن ہشام: ج ۲، ص ۶۶ صرف ایک سردار بنی عامر بن صعصعہ کا تاثر وبیان یہ ہے کہ اگر قریش کا یہ نوجوان میرے ہاتھ آجائے تو میں عرب پر چھا جاؤں: **واللہ لو انی اخذت ھذا الفتی من قریش لاکلت بہ العرب**

۵۸۔ الانفال:۳۰

۵۹۔ تفسیر ابن کثیر وطبری وغیرہ ملاحظہ ہوں

۶۰۔ تفسیر سورہ روم۔ابن کثیر: ج ۳،ص ۳۹۵ و مابعد میں بہت سی احادیث اور روایات ہیں،جن میں غلبہ مسلم کا بھی حوالہ ہے۔

۶۱۔ الاسرا:۲۶

۶۲۔ یہ آیت کریمہ بہت اہم ہے۔مکی دور میں اس برملا اظہار کی اہمیت یہ ہے کہ واقعات وحقائق زمینی نے اس کی تصدیق کردی۔ نیز تفسیر ابن کثیر وغیرہ کی روایات واحادیث۔

۶۳۔ عام مفسرین اس آیت کریمہ میں فرض کا اور معاد کا صحیح ترجمہ نہیں کرتے اور ان کو بالترتیب نزول اور آخرت سے تعبیر کرتے ہیں۔القصص:۸۵،حال آں کہ الفاظ قرآنی اور ان کا نظم ان کے دوسرے اور صحیح معانی بتاتا ہے۔ملاحظہ ہوں اردو عربی تفاسیر خاص کر ابن کثیر،مودودی نے اپنے حواشی سورہ میں ترجمہ فرض کیا ہے مگر معاد سے مراد دنیاوی و دینی اقتدار مراد ہی نہیں لیا بل کہ ان مفسرین کی تعبیر کو غلط ٹھہرایا ہے۔ جو معاد سے مراد مکہ لیتے ہیں۔موصوف کے دلائل دل چسپ ہیں،خاص کر ان کا یہ تبصرہ کہ یہ ابن عباس کی رائے ہے، کوئی حدیث مرفوع نہیں کہ اسے ماننا لازم ہو۔

۶۴۔ مسلم تمکن کی آیات کریمہ کا مطالعہ مختصراً حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اپنے حواشی قرآن میں کیا ہے اور مفسرین کے ہاں روایات میں مکی سورتوں میں گزشتہ اقوام اور مسلم تمکین کی بھی آیات ہیں جیسے اعراف:۱۰۔ احقاف ۲۶۔انعام:۶۔قصص:۶۔۵۷ (مکہ میں قریش کی تمکین خانہ کعبہ کے حوالے سے)۔ یوسف:۵۴ (حضرت یوسف علیہ السلام کی تمکین)

۶۵۔ بخاری/ فتح الباری، حدیث ہرقل: ج ا،ص ۴۳۔۶۰ بالخصوص حدیث بخاری:۷،۸۔ ہرقل کے نام فرمان نبوی میں حضرت ابوسفیان کا خاص تاثر یوں نقل کیا گیا ہے: **لقد امر امرُابن ابی کبشة، انه یخافه ملك بنی الاصفر، فمازلت موقنا انه سیظهر حتیٰ ادخل الله علی الاسلام.** خود شاہ ہرقل کا اعتراف تھا: **فان کان ماتقول حقا فیملك موضع قدمی هاتین** ...... نیز بحث حافظ ابن حجر عسقلانی جس میں طبرانی وغیرہ کی روایات ہیں جو ابوسفیان بن حرب اور دوسرے اکابر قریش کو مرعوب کرگئی تھیں۔

۶۶۔ مآخذ سیرت وحدیث میں ان واقعات کا مختلف ابواب میں ذکر ہے اور ہجرت نبوی کے حوالے سے زیادہ ہے بخاری/ فتح الباری: ج ۷،ص ۲۸۱ و مابعد: **باب هجرة النبی ﷺ واصحابه الی المدینة.** ابن اسحاق/ ابن ہشام: ج ۲،ص ۴۶ و مابعد

متعدد جدید سیرت نگاروں نے رسول اکرم ﷺ کو قتل کردینے کے قریشی اکابر کے فیصلے کو مکی دور کے اوائل سے ہی متعلق کیا ہے، اور ہر مخالفت وعداوت کے موقع کو قتل کرنے کا موقع بناتے ہیں، حال آں کہ وہ آخری فیصلہ تھا جو ہجرت نبوی کے قریب کے زمانے میں کیا گیا تھا۔عقبہ بن ابی معیط اموی کے گلا گھونٹنے

کے واقع میں حافظ ابن حجر نے بعض صحابہ کرام کا خیال پیش کیا کہ وہ اول موقع تھا جب آپ کو قتل کرنے کی کوشش کی گئی۔

۶۷۔ ابن سعد: ج۱،ص۱۰۲۔ ودعا بنیه وقومه فقال تلبسوا السلاح وکونوا عند ارکان البیت فانی قد اجرت محمدا. بلاذری: ج۱، ص۵۵۰۔ ثم الی مطعم بن عدی فاجاره، فدخل فی جواره، ولبس قومه السلاح حتیٰ ادخلوه المسجد فکان رسول اللّٰه ﷺ یشکرها لمطعم بن عدی. دوسرے مآخذ میں اس سے زیادہ تفصیل ملتی ہے کہ مطعم بن عدی کے جوار دینے پر اکابر قریش نے متفقہ طور سے کہا تھا کہ آپ نے رشتے داروں اور قرابت کا حق ادا کیا اور ہم نے بھی اسے جوار دی جسے آپ نے جوار دی۔ نیز ملاحظہ ہو: ابن سعد: ج۱،ص۱۰۱۔۱۰۲